دین وسیاست کا اکائی تصور اور امام خمینی کا تصور یکجہتی، ایک تحقیقی مطالعہ

محمد اسحاق

ریسرچ اسکالر، شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

Ruhollah Imam Khomeini Al-Musavi روح اللہ امام خمینی الموسوی (24 September 1902-3 June 1989), known in the West as Ayatollah khomeini, was an Iranian religious leader and politician, and leader of the 1979 Iranian Revolution which saw the overthrow of Mohammad Reza Pahlavi, the shah of Iran. Following the revolution, Khomeini became the country's Supreme Leader, a position created in the constitution as the highest ranking political and religious authority of the nation, which he held unitil his death.

Khomeini was a marja ("source of emulation") in Twelver Shi'a Islam, author of more than forty books, but is primarily known for his political activities. He spent more than 14 years in exile for his opposition to the last Shah. In his writings and preachings he expanded the Shi'a Usuli theory of velayat-e faqih, the "guardianship of the jurisconsult (clerical authority)" to include

theocratic political rule by the Islamic jurists. This principle (though not known to the wider public before the revolution) was installed in the new Iranian constitution after being put to a referendum.

He was named Man of the Year in 1979 by American newsmagazine TIME for his international influence, and has been described as the "virtual face of Islam in Western popular culture" where he remains a controversial figure due to lack of support or likeliness from the western world. He was known for his support of the hostage takers during the Iran hostage crisis and his fatwa calling for the death of British Indian novelist Salman Rushdie.

امام خمینی اسلامی انقلاب کو معاشرتی صورت حال کی تبدیلی کا واحد راستہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ آپ ہر چیز سے قبل حاکمانہ نظام کے لئے اصلاح ونصیحت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اسی صورت میں جب نصیحت، بحث وجدل کارگر نہ ہوتو موجودہ وضع کی اصلاح کے سلسلے میں قاعدہ تدریج کا نظریہ رکھتے ہیں یعنی اگر حکمراں نصیحت وارشاد، اصلاح نظام ورفتار میں تبدیلی نہ کریں تو انقلاب ناگزیر ہے۔ امام خمینی کی نظر میں یہی اصل ہدایت واصلاح ہے۔ لہٰذا اگر حاکم نظام اصلاح وارشاد کا خیر مقدم کرتا ہے تو ہدف حاصل ہوجائے گا لیکن نظام حاکم اسلامی اصولوں کے سلسلے میں بے توجہی اور خطا کا شکار ہے تو انقلاب جائز ہے بلکہ فرض وواجب ہے۔ اس بنا پر امام خمینی پہلوی حکومت کو سرنگوں کر کے جدید اصولوں والی اسلامی حکومت کو برقرار کرنا چاہتے تھے لیکن دفاعی نظریہ کو اولین راہِ حل جانتے تھے یعنی حکومت وقت کو سرنگوں کئے بغیر نصیحت واصلاح کے ذریعے اسلامی اصولوں کی حفاظت واسلامی احکام پر عمل کی فضا ہموار کی جائے کیونکہ حکومت وقت کی سرنگوں ملک کے نظم و نسق اور امن وعامہ کے لئے نقصاندہ ہے حالانکہ آپ ملک کے آئین کو ناقص سمجھتے تھے۔

امام خمینی انقلاب سے قبل ایرانی عوام کے اجتماع کو اسلامی نعروں کے ذریعے اسلامی وسیاسی شعور دینا چاہتے تھے تاکہ اسلامی انقلاب کے لئے راہ ہموار ہوسکے اور اس طریقہ وذریعہ سے عادل اسلامی حکومت کا خواب شرمندہ تعبیر کیا

جا سکے چونکہ تحریک اسلامی تھی لہٰذا مارکسیسٹ و بائیں بازو کی تنظیموں سے سیاسی اتحاد کے مخالف تھے آپ کہتے تھے ''ہم شاہ کو سرنگوں کرنے کیلئے مارکس ازم سے اتحاد نہیں کر سکتے ہیں'' چونکہ آپ کا مقصد و ہدف فقط شاہ کو نابود کر کے حکومت قائم کرنا نہ تھا بلکہ ایرانی معاشرے کو فکری و روحی اعتبار سے تبدیل کرنا تھا۔ آپ نہ صرف انقلاب کو ضروری سمجھتے تھے بلکہ اس کے دائرے دوسرے اسلامی ممالک تک پھیلا دینے کی تاکید کرتے تھے آپ کا انقلاب کے سلسلے میں معنوی پہلو کی تاکید کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ انقلاب کو ایک تحریک کی ضرورت ہے کیونکہ غیر عقیدتی آئیڈیالوجیکل انقلاب افراد کی اندرونی و روحی تبدیلی کا سبب نہیں بنتا بلکہ ڈکٹیٹر شپ و استبداد میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ امام خمینی کی نظر میں اسلامی نظام روحی تحول کا سبب ہے کیونکہ یہ عظیم ہدف کا حامل اور اسلامی احکام کے اجراء کا ضامن ہے اگر اقوام عالم کا نصب العین اسلامی نظام ہو جائے تو سماج و معاشرے میں اتحاد و وحدت اور ہم آہنگی کی فضا قائم ہو جائے گی جس کے سائے میں روحی تحول خدا پر اعتما د غیر خدا سے دوری اور شجاعت و شہادت کی خیر مقدم جیسی سعادتیں وجود میں آئیں گی۔ امام خمینی کی نگاہ میں عام افراد کے ادراک و افکار میں تبدیلی انقلاب کا لازمی جزو ہے۔ بین الاقوامی روابط رائج فکر و واقفیت و حقیقت سے اہم تر ہے۔ اس بنا پر آپ کا عقیدہ یہ تھا کہ عوام کا سماجی و معاشرتی صورت حال کا تصور انقلاب کا سبب ہے نہ کہ سماجی و معاشرتی صورت حال کی حقیقت۔

دین و سیاست کے بارے میں امام خمینی کا نظریہ

دین و سیاست کے بارے میں امام خمینی کے نظریہ پر بحث کرنے سے پہلے ہم امام غزالی اور مغربی مصنفین اس عنوان کو کس طرح سے دیکھتے ہیں، بحث کریں گے تا کہ اس عنوان کے بارے میں سیر حاصل بحث ہو سکے اس کے بعد امام خمینی کے نظریہ کی بحث اگلے مرحلے میں بیان کی جائے گی۔ امام غزالی کے خیال میں سیاست ہی سماج کے اندر انسانی حیات کے وسائل فراہم کرتی ہے اور اس کے اختیار میں قرار دیتی ہے اس لئے زندگی کی صرف گروہی قسم میں آدمی ایک دوسرے کی مدد کر سکتا ہے اور ایک دوسرے کے کام آسکتا ہے اور اس طرح اپنی معیشت بہتر بنا سکتا ہے وہ علم جو پر امن اور فائدہ بخش زندگی کی تعلیم دیتا ہے، سیاست ہے اور امام غزالی سیاست کے حصول کو فرضِ کفایہ سمجھتے ہیں۔ (۱)

لہٰذا سیاست کی تعریف یہ کی جا سکتی ہے: ''سیاست عبادت ہے حسن تدبیر سے کہ جو زمانہ حالات اور احوال کی پوری شناخت اقوام گروہ اور افراد کے درمیان تعلقات سے پر امن زندگی کے طریقوں سے واقفیت سے حاصل ہوتی ہے اور سماج کی ترقی قومی مقاصد کے حصول اور زندگی کے تمام مراحل میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔''

لہٰذا اسلام ایسی سیاست کا پیرو ہے کہ جو صرف پر امن اور سعادت مند زندگی کے حصول کیلئے استعمال ہو اور سیاستدان اس کو کہتے ہیں کہ جو عالمی صورت حال سے پوری طرح واقفیت رکھتا ہو اس طرح کہ وہ اس کے قومی حالات کے

ساتھ سازگار ہو اور اس کی ملت کی سربلندی و سعادت کا سبب بنے۔

اکثر جدید مغربی مصنفین سیاست کو اقتدار، علم اقتدار، اقتدار کی مقتدرانہ تقسیم اور اقتدار حاصل کرنے کا طریقہ وغیرہ سمجھتے ہیں۔ان کی نظر میں حکومت قوانین اور سیاسی ادارے سب کچھ طاقت ہے ایسے برتر اخلاقی قوانین جو حکومت اور اس کے تمام ترشعبوں کو کنٹرول کرسکیں، وجود نہیں رکھتے۔(۲) لیکن امام خمینی کی نظر میں خداوند متعال کی طاقت تمام زمینی طاقتوں سے بالاتر ہے۔لہٰذا انسانی معاشرے کے حاکم شخص کی طاقت اس معیار کے ذریعے مشروط اور محدود ہوجاتی ہے پس ہر برتری سیاست نہیں ہے۔لہٰذا امام خمینی کی نظر میں سیاست کی تعریف اس طرح سے کی جاسکتی ہے:

''سیاست سے مراد انسانی معاشروں کی تدبیر کرنا اور انہیں ترقی کی طرف گامزن کرنا ہے۔انسان کا فقط ایک پہلو نہیں ہے۔معاشرہ بھی صرف ایک پہلو پر مشتمل نہیں ہے۔انسان صرف ایک حیوان نہیں ہے جس کی تمام مصروفیات کھانے پینے میں محدود ہوتی ہو۔سیاست اگر صحیح بھی ہوں تو وہ قوم کو صرف ایک پہلو میں کمال کی طرف لے جاسکتی ہے۔وہ ایک حیوانی پہلو ہے۔یہ سیاست اسلام میں موجود انبیاءؑ اور اولیاءؑ کی سیاست کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔وہ قوموں کی ہدایت کرنا چاہتے ہیں اور انہیں اپنی سمت میں لے جانا چاہتے ہیں کہ ایک انسان یا معاشرے کی ہر ممکنہ مصلحتیں پوری ہوسکیں۔''(۳)

امام خمینی کے نظریئے کے بنیادی نکات میں ایک اہم نکتہ ''سیاست کے میدان میں خدا کے حاضر ناظر ہونے'' کو سنجیدگی سے لینا چاہئے اور یہی وہ نکتہ ہے کہ جو مغربی سیاسی ماہرین سے ممتاز کرتا ہے لہٰذا امام خمینی اکثر معاشروں پر حکم فرما سیاست اور اس الٰہی سیاست جو انسانی معاشروں پر حاکم ہونا چاہیے میں بنیادی فرق کے قائل ہیں۔آپ کہتے ہیں: ''فقط وہ چیز ''حقیقی سیاست'' ہے جو عدالت اور ہدایت کے راستے پر چلنے میں استعمال کی جائے۔''(۴)

امام خمینی کی باقاعدہ سیاسی جدوجہد پہلوی خاندان کے بانی رضا خان کی پالیسیوں کے خلاف شروع ہوئی۔ انہوں نے اپنی تقریر وتحریر کے ذریعے رضا خان کے رویہ کے خلاف احتجاج بلند کیا۔اس سلسلے میں ملنے والی ان کی قدیم ترین تحریری دستاویز مسلمانان عالم کے نام پر وقت کے فرعونوں اور طاغوتی طاقتوں کی سرنگونی کے لئے عملی تحریک پر مبنی ایک تحریر ہے جو انہوں نے ۱۱ جمادی الاول ۱۳۶۳ھ کو لکھی تھی۔(۵) اپنے دوٹوک سیاسی نظریات کی وجہ سے امام خمینی حکومت کی نظروں میں کھٹکے یہی وجہ تھی کہ رضا خان نے اپنے خفیہ ایجنٹوں کو حکم دیا کہ امام خمینی کی سرگرمیاں محدود سے محدود تر کردی جائے۔مگر آپ نے تدریجاً لیکن مستحکم انداز میں اپنی سیاسی کوششیں جاری رکھیں۔

دین اور سیاست کے بارے میں امام خمینی کے نظریات اس وقت واضح طور پر سامنے آنے لگے جس وقت رضا

شاہ کے سرکاری پریس ''روزنامہ اطلاعات'' نے ''مذہب و مسائل روزمرہ کے عنوان سے'' مراسلات کی اشاعت کا سلسلہ جاری کر دیا اور اس کی ابتداء اس طرح کی۔ ہمیں بعض مراسلات ایسے موصول ہوئے ہیں جن میں مذہب اور سیاست کے درمیان اختلاف پر تشویش ظاہر کی گئی ہے اس مسئلے کا تعلق عقلیت سے ہونے کے باوجود اس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس قسم کے مسائل کی حیثیت سرطان کی گلٹی جیسی ہوتی ہے جو رفتہ رفتہ اسطرح پھیل جاتا ہے کہ اس کا علاج مشکل ہو جاتا ہے۔ اس تمہید کے بعد دین اور سیاست کے ایک دوسرے سے جدا ہونے کا فلسفہ پیش کرتے ہوئے اخبار نے لکھا کہ مذہب ایک ایسا امر ہے جو سیاست سے بالکل جدا ہے سیاست روزمرہ کی بات ہے اور مذہب سخن ابدی و ازلی ہے۔ سیاست آج کچھ کہتی ہے اور کل کچھ اور مذہب ماضی، حال اور مستقبل کے لئے ایک ہی بات کہتا ہے سیاست کے ماثر اور مظاہر ہر وقت کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں لیکن مذہب کے ماثر و مظاہر میں کوئی تغیر نہیں ہوتا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مذہب وقت پر محیط ہے اور سیاست پر وقت کی حکمرانی قائم رہتی ہے۔ اخبار مزید لکھتا ہے: آپ دیکھ رہے ہیں کہ آج کل مرد مان دانشمند اور امریکہ تہذیب و تمدن کے بلند ترین مقام پر نظر آ رہے ہیں اور علم و حکمت کے بل بوتے خلل کی تسخیر کا مرحلہ طے کر چکے ہیں۔ حالانکہ مذہب ان لوگوں کے لئے بھی معنوی اور روحانی اعتبار سے عظیم تکیہ گاہ ہے۔ لیکن یہ لوگ ہفتہ کے تمام ایام کام میں سرگرم مطالعہ اور اپنی جد و جہد میں مصروف رہتے ہیں اور صرف اتوار کی صبح انتہائی خشوع و خضوع کے ساتھ کلیسا میں حاضر ہوتے ہیں۔ صلیب مقدس کے سامنے سر جھکاتے ہیں اور بارگاہ ایزدی سے نہایت عاجزی کے ساتھ اپنی نفس کی جلا اور روح کی صفائی طلب کرتے ہیں۔ (۶)

سرکاری جرائد میں مذہب و سیاست کی اس وضاحت کے بعد ایران کے عوام کے سامنے یہ بات کھل کر آ گئی کہ رضا شاہ اور اس کے پیروکار ملت مسلمہ کو یہ ترغیب دے رہے ہیں کہ مسلمان اسلام سے اپنا تعلق ایسا ہی رکھے جیسا کہ یہود و نصاریٰ اپنے دین سے رکھتے ہیں اور جس طرح وہ ہفتے میں صرف ایک بار عبادت خانوں میں جا کر اپنا دینی فریضہ ادا کرتے ہیں اسی طرح مسلمانوں کو بھی چاہئیں کہ ہفتے میں صرف ایک بار بارگاہ ایزدی سے اپنی مراد طلب کریں اور ہفتہ کے باقی دن دنیاوی کاروبار میں صرف کریں۔

علاوہ ازیں دین کو سیاست سے علیحدہ کرنے کا خاص مقصد یہ بھی تھا کہ عوام کے دل و دماغ پر علماء اور روحانی پیشواؤں کی عظمت کے جو گہرے نقوش مرتسم ہے ان کو اس طرح مٹا دیا جائے کہ علماء ان میں غیر مقبول ہو جائے اور ملکی سیاست میں ان کا عمل دخل باقی نہ رہے۔

امام خمینی نے دین اسلام کے احکامات کی وضاحت کرتے ہوئے دین کی ذمہ داری کو زندگی کے تمام شعبوں میں انسان کی ہدایت اور رہنمائی کرنے کو قرار دیا ہے اور آپ نے سیاست کو اسلام سے جدا کرنے کو اصلی اور خالص دین کی

بربادی تصور کیا۔ان کے خیالات میں یہ سوچ دراصل عالمی استکبار اسلامی ممالک میں ظلم پسند وابستہ حکومتوں اور مغرب زدہ خودفروش ایجنٹوں سے تشکیل شدہ لوگوں کی طرف سے پھیلائی گئی۔

امام خمینی کی نظر میں ''دین سیاست سے الگ ہو اور علماء اسلام کو سیاسی اور معاشرتی معاملات میں مداخلت نہیں کرنی چاہئے یہ استعمار گروں نے کہا ہے اور دنیا میں یہ افواہ اڑائی ہے یہ بے دینوں کا مقولہ ہے۔کیا حضرت پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں سیاست دین سے الگ تھی؟ یہ سب باتیں استعمارگروں اور ان کے سیاسی ایجنٹوں نے گھڑی ہے۔تاکہ دین کو دنیاوی امور میں مداخلت اور مسلمانوں کے معاشرے کی صف بندی سے روک سکیں اور ساتھ ہی علماء اسلام کو عوام سے اور آزادی اور خودمختاری کے لئے جہاد کرنے والوں سے الگ کردے وہ کسی صورت میں عوام پر غلبہ حاصل کر سکتے ہیں اور ہمارے وسائل کو لوٹ سکتے ہیں۔ان کا مقصد یہی ہے۔''(۷)

امام خمینی سمجھتے ہیں کہ دین کے رکھوالے یعنی علماء جو اسلام کے آغاز سے لے کر اب تک دین کی تشریح و تعبیر کے ذمہ دار ہیں کو ''دینی و دنیاوی'' تعبیر کے فرق کو مٹا کر ایک مکمل نظام کی طرف ملتفت ہونا چاہیے تاکہ اسلام ہر طرح کے مسئلہ کا ناجی بن کر سامنے آئے۔آپ اپنے وصیت نامہ میں لکھتے ہیں:

> ''ان اہم سازشوں میں سے ایک جو حالیہ صدی کی گذشتہ چند دہائیوں میں اور بالخصوص انقلاب کی کامیابی کے بعد آشکارا طور پر نظر آرہی ہے کہ ملت اسلامیہ اور خاص طور پر ایران کی جانثار قوم کو عالمی پیمانے اور مختلف پہلوؤں سے اسلام سے مایوس کرنے کی کوشش کی جارہی ہے......اور کہتے ہیں کہ اسلام اور خدائی ادیان کا سروکار معنویات اور تہذیب نفس سے ہے۔مذہب دنیاوی ارتباط سے روکتا ہے،ترکِ دنیا کی دعوت دیتا ہے۔چونکہ یہی چیزیں انسان کو خداوند عالم سے نزدیک اور دنیا سے دور کرتی ہیں اور حکومت و سیاست سے دلچسپی اس عظیم معنوی مقصد کے برخلاف ہے کیونکہ یہ سب تعمیر دنیا کیلئے ہے اور انبیاء عظام کا یہ شیوہ نہیں رہا ہے۔افسوس کہ اس قسم کے پروپیگنڈوں نے اسلام سے بے خبر بعض دینداروں اور علماء کو اتنا متاثر کیا کہ وہ حکومت وسیاست میں حصہ لینے کو ایک گناہ وفسق سے تعبیر کرتے تھے۔شاید بعض لوگ آج بھی ایسا ہی سمجھتےہیں۔یہ ایک عظیم المیہ ہے جس میں اسلام مبتلا رہا ہے۔''(۸)

آپ کے خیال میں اسلام کے سیاسی احکامات اس کے عبادی احکامات سے زیادہ ہیں۔عبادات سے زیادہ سیاست کے موضوع پر اسلام میں کتابیں لکھی گئی ہیں۔آپ کہتے ہیں ''جتنی آیات واحادیث سیاست کے بارے میں پائی جاتی ہیں اتنی عبادات کے بارے میں نہیں ملتی۔آپ کتب فقہ کے پچاس سے زیادہ ابواب کا مطالعہ کریں ان میں سے

سات، آٹھ کا تعلق عبادات سے ہیں جبکہ دوسرے تمام ابواب کا تعلق سیاسیات، عمرانیات اور معاشرتی علوم وغیرہ کے بارے میں ہیں۔''(۹)

امام خمینی کی سوچ کے مطابق سیاست اور معاشرتی معاملات کے علاوہ اسلامی کتب میں کوئی اور بات نظر نہیں آتی اور اگر ہے تو بہت کم اور جزوی حد تک اور عبادت بھی اسلام میں سیاست کا ہی حصہ ہے چنانچہ آپ کہتے ہیں:

''خدا کی قسم اسلام تمام کا تمام سیاست ہے۔ اسلام کو غلط طور پر پیش کیا گیا ہے۔ مدنی سیاست سرچشمہ اسلام ہے۔''(۱۰)

امام خمینی کی نظر میں یہ کہنا کہ علماء کو سیاست میں دخل اندازی نہیں کرنا چاہئے تا کہ اس کا تقدس بحال رہے یہ غلط ہے آپ اسے دشمن کی ایک بڑی سازش قرار دیتے ہیں تا کہ جس کے ذریعے وہ پوری تاریخ میں معاشرے کی حقیقی قوتوں اور سیاست وحکومت کے اصل مالکوں کو بے دخل کرنے کے لئے کوشش بروئے کار لاتے رہیں اور بعض مرحلے پر وہ اس میں کامیاب بھی رہے ہیں۔

امام خمینی علماء کو اسلامی انقلاب کی تحریک کے رہنما جانتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ نے علماء کو سماج ومعاشرے میں تبدیلی سے قبل اپنے اندر روحی وانسانی تبدیلی پیدا کرنے کی نصیحت کی ہے تا کہ یہ اندرونی انقلاب عوام میں تبدیلی کا باعث بنے اور نتیجتاً بیرونی انقلاب کا سبب بنے۔ علماء کی ذمہ داریوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ کہتے ہیں:

''آپ لوگوں کو بتائیں صدر اسلام میں وزارت عدل وانصاف مسجد کے ایک کونے میں تھی حالانکہ حکومت کا دامن ایران، مصر، حجاز اور یمن کے آخر تک پھیلا ہوا تھا یہ باتیں لوگوں کو پہنچانی چاہئیں۔ علماء کی ذمہ داری ہے کہ عبادی مسائل لوگوں کو سکھائیں لیکن اہم ترین اسلام کے سیاسی مسائل ہیں۔ علماء کو چاہیے ایک تبلیغاتی وفکری لہر وجود میں لائیں تا کہ ایک اجتماعی کیفیت پیدا ہو اور پھر رفتہ رفتہ ایسے افراد کا ایک گروہ جو فرض شناس اور دیندار اور اسلامی انقلاب کی تحریک سے تشکیل پا کے ابھر کر سامنے آئے اور حکومت اسلامی تشکیل دے۔''(۱۱) اسی طرح امام خمینی اپنے وصیت نامے میں تحریر کرتے ہیں:

''جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام چودہ سو سال پرانا مذہب ہے یا تو وہ حکومت، قانون اور سیاست سے واقفیت نہیں رکھتے یا پھر مصلحت کے پیش نظر جان بوجھ کر خود کو انجان ظاہر کرتے ہیں کیونکہ عدل وانصاف کے معیار پر قوانین کا نفاذ، ظالم و بے رحم حکومت کا خاتمہ کرنا، معاشرے کے افراد کے درمیان عدل وانصاف کو رواج دینا، بدعنوانیوں، بدکاریوں اور مختلف غلط کاموں سے منع کرنا کیا

اسلام کے دقیانوسی نظام کے ہونے کا پتہ دیتا ہے؟ عقل و عدل کے دائرے میں آزادی دلانا، استقلال اور خودکفیلی کی طرف بلانا، استعمار کی غلامی سے چھڑانا، استحصال سے بچانا اور ایک معاشرے کو تباہی و بربادی سے نکالنے کیلئے عدل و انصاف کے معیار کے مطابق حدود(خ) قصاص(خ) اور تعزیرات(خ) کا اجراء کرنا اور سیاست نیز عقل وانصاف کے اصولوں پر معاشرے کا چلانا اور ایسی ہی اور سینکڑوں چیزیں کیا وقت کے گزرنے کے ساتھ تاریخ انسانی اور معاشرتی زندگی میں پرانی ہوجاتی ہیں؟''....... عصر حاضر میں عقلی اور ریاضی اصولوں کو بدلنا چاہیے اور ان کی جگہ نئے قوانین رائج ہونے چاہئیں یا مثلاً کوئی یہ کہے کہ اگر ابتداء آفرینش میں سماج کے درمیان انصاف کا نفاذ اور ستم گری ولوٹ کھسوٹ اور ان کی روک تھام تھا اب نہ ہونی۔

حدود: حد کی جمع اور کسی چیز کے کنارے اور آخری حصے کے معنی میں ہے۔ اسلامی فقہ میں ''حد'' عفت واخلاق کے خلاف اعمال، لوگوں کے مال اور عزت پر دست درازی اور دیگر عام حقوق کے خلاف اقدامات کے سلسلے میں مجرم کی سزاء ہے جس کو قرآن اور معتبر احادیث میں واضح طور پر متعین کردیا گیا ہے۔

قصاص: قصاص کے لغت میں معنی قاتل یا ضارب (چوٹ لگانے والے) کی اس کے عمل کے مطابق جزاء، مکافات اور سزاء کے ہیں۔ اسلامی فقہ میں ان جسمانی صدموں اور نقصانات کا جو مجرم اور گناہ گار کسی کو پہنچاتا ہے، قصاص موجود ہے۔ عملی طور پر قصاص اس شخص کا حق ہے جس پر ظلم ہوا ہو (قتل ہو جانے کی صورت میں) وارثین کا حق ہے کہ مجرم کے ساتھ ویسا ہی عمل کریں۔

تعزیرات: تعزیرات تعزیر کی جمع اور لغت میں مختلف معانی منجملہ تقبیح و مذمت کرنا، برا بھلا کہنا اور ڈنڈے سے مارنا وغیرہ ذکر ہوئے ہیں۔ اسلامی فقہ میں تعزیر اس سزاء کو کہا جاتا ہے جس کے میزان کا تعین قاضی یا جج مجرم کی حالت، جرم کی نوعیت اور اس کے ارتکاب کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے سزاء کے تعین کرتا ہے بشرطیکہ ایک معین حد سے آگے نہ بڑھے۔ چاہیے چونکہ آج ایٹم بم کی صدی ہے اور وہ روش پرانی ہوچکی ہے۔''(۱۲)

اب ہم مختلف قسم کی حکومتوں کے بارے میں امام خمینی کی تعریف پر بحث کرتے ہیں۔ امام خمینی انسانی معاشرے میں موجود حکومتوں کے چار گروہوں میں تقسیم کرتے ہیں:

۱۔ ڈیموکریسی حکومت

۲۔ استبدادی (سلطنتی) حکومت

۳۔ مشروط سلطنتی حکومت

۴۔ اسلامی حکومت

(۱) ڈیموکریسی حکومت

امام خمینی کی نظر میں ڈیموکریٹک حکومت ایسی حکومت ہے جس میں عوامی نمائندے قانون سازی کرتے ہیں۔ البتہ وہ ڈیموکریسی جس کی خوبیاں اور عیوب ان کے مدنظر تھے اس کی ان کے زمانے میں مطلق ڈیموکریسی اور مشروط ڈیموکریسی میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ مطلق ڈیموکریسی ایسی ڈیموکریسی کو کہا جاتا ہے جو قانون کو بذات خود عوامی رائے پر مبنی جانتی یا دوسرے الفاظ میں ''تفویض'' یا اختیارات سونپنے کی قائل ہے یعنی خدا نے خلق شدہ انسان کو اپنے حال پر چھوڑ دیا ہے تا کہ جیسا چاہے رہے لہٰذا اس کے گوناگوں انتخاب پر کوئی سزا نہیں رکھی۔ پس ہر طرح کی انسانی زندگی خدا کی خواہش اور مرضی کے مطابق ہے۔ امام خمینی اس قسم کی ڈیموکریسی سے اتفاق نہیں رکھتے اسی لئے کہتے ہیں: ''اسلام ڈیموکریٹک نہیں ہے۔'' (۱۳)

دوسری قسم کی ڈیموکریسی یعنی مشروط ڈیموکریسی انسانی آزادی 'اختیار' آزادی بیان 'ذرائع ابلاغ' دین ومذہب اور مختلف سیاسی جماعتوں وغیرہ کی قانون کے اندر رہتے ہوئے آزادی اور قانون کے سامنے سب افراد کے برابر ہونے نیز اپنی سرنوشت کے انتخاب میں اکثر عوام کی شرکت، طاقت کا استعمال نہ کرنے، اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت وغیرہ پر زور دیتی ہے۔ امام خمینی اس قسم کی ڈیموکریسی کی حمایت کرتے ہیں۔

> **در اسلام دموکراسی مندرج است و مردم آزادند در اسلام، هم در بیان عقائد و هم در اعمال، مادامی که توطئه در کنار نباشد و مسائلی را عنوان نکنند که نسل ایران را منحرف کنند.**
>
> ''اسلام میں ڈیموکریسی موجود ہے اور لوگ اسلام میں اپنے عقائد اور اپنے اعمال کو بیان کرنے میں آزاد ہیں لیکن اس وقت تک جب تک سازش کا ارادہ نہ رکھتے ہوں اور ایسے مسائل کو نہ چھیڑیں جو ایرانی قوم کو اپنے راستے سے منحرف کرنے کا باعث بنیں''۔ (۱۴)

لہٰذا جب امام خمینی ڈیموکریٹک حکومت کو رد کرتے ہیں تو ان کے مدنظر مطلقہ ڈیموکریسی ہوتی ہے اور جب آپ ڈیموکریٹک حکومت کو اسلامی حکومت کے متضاد قرار نہیں دیتے تو ان کے مدنظر مشروط ڈیموکریسی ہوتی ہے۔

(۲) استبدادی (سلطنتی) حکومت

امام خمینی کی بصیرت میں استبدادی حکومت میں حکمران ایک آمر اور خودسر شخص ہوتا ہے جو لوگوں کی جان و مال میں من پسند مداخلت کرتا ہے جسے مارنے کا ارادہ کرے اسے مار دیتا ہے اور جسے چاہے اسے انعام و اکرام سے نوازتا ہے

جس کو چاہے جاگیر دے دیتا ہے اور عوام کے مال و اموال کو مورد نظر افراد میں تقسیم کر دیتا ہے۔

امام خمینی کی نظر میں خود سرانہ حکومت کا مفہوم، طاغوتی انداز کا الٰہی انداز اور ظلم کا عدل پر غلبہ پانے کے علاوہ کچھ نہیں ہے اسی لئے آپ کہتے ہیں:

''ہم چاہتے ہیں کہ آمریت کا راستہ روک دیں ہم نہیں چاہتے کہ آمریت ہو ہم اس کے بالعکس چاہتے ہیں ولایت فقیہ آمریت نہیں بلکہ اس کی مخالف ہے۔'' (۱۵) آپ مزید کہتے ہیں:

''فقیہ ڈکٹیٹر نہیں ہو سکتا ایسا فقیہ جس میں مندرجہ بالا اوصاف ہوں وہ عادل کہلاتا ہے۔ یہ وہ عدالت ہے جو معاشرتی عدالت سے مختلف ہے یہ ایسی عدالت ہے جو ایک لفظ جھوٹ بولنے سے ختم ہو جاتی ہے۔'' (۱۶)

پس امام خمینی کی نظر میں استبدادی حکومت یا مطلق حکمران اس شخص کو کہتے ہیں جو ہر قسم کا قانون بنانے کا اختیار رکھتا ہو اور ان کو صرف اپنے ارادے سے بناتا یا ختم کرتا ہو۔ استبدادی حاکمیت کی سوچ اس مفروضے پر استوار ہے کہ ایک شخص کو اس چیز کا حق اور اختیار دے دیا جائے کہ وہ اپنی تمام خواہشات کو قانون کا جامہ پہنا سکے اور جس چیز کا بھی ارادہ کرے اسے قانونی طور پر انجام دے سکے یہ وہی طاقت و راختیار ہے۔ امام خمینی کی نظر میں یہ صرف خدا کے ساتھ مخصوص ہے جو ان کی نظر میں حقیقی حکمران ہے۔

(۳) مشروط سلطنتی حکومت

آج کے دور میں مشروط کا معنی قوانین کا ایسی حکومت کے اشخاص اور اکثریت کی بنیاد پر تصویب ہونا ہے جس میں شاہ بھی قانون بنانے کا حق رکھتا ہے۔ امام خمینی کی نظر میں اس قسم کی حکومت مطلق ڈیموکریسی اور استبدادی حکومت سے کچھ خاص فرق نہیں رکھتی۔

(۴) اسلامی حکومت

اسلامی حکومت کے معنی ''حکومتی امور میں دینی تعلیمات کی دخالت اور مختلف سیاسی امور میں دین کی حاکمیت کو قبول کرنا ہے۔'' اسلامی حکومت کی حقیقت اور کیفیت کے بارے میں امام خمینی کا نظریہ اس طرح ہیں:

''اسلامی حکومت میں قانون سازی اور شریعت گزاری کا اختیار صرف خداوند تعالیٰ سے مختص ہے۔ قانون گزاری کا حق صرف شارع مقدس ہی کو حاصل ہے۔ کوئی بھی قانون سازی کا حق نہیں رکھتا اور شریعت گزار کے حکم کے علاوہ کوئی قانون قابل اجراء نہیں ہے۔ اسی وجہ سے اسلامی حکومت میں قانون ساز اسمبلی جو حکومت کے تین ستونوں میں سے ایک ہے کی جگہ منصوبہ ساز اسمبلی موجود ہوتی

ہے۔ یہ اسمبلی اسلامی احکام کی روشنی میں مختلف وزارت خانوں کے لئے پلاننگ کا کام انجام دیتی ہے اور ان منصوبوں کے ذریعے پورے ملک میں عمومی خدمات کی کیفیت کو متعین کیا جاتا ہے۔

اسلامی حکومت قانون کی حکومت ہے۔ اسلامی قانون یا خدا کا فرمان تمام تر افراد اور اسلامی حکومت پر مکمل حاکمیت رکھتا ہے رسول اکرم اسے لے کر ائمہ طاہرین اور دیگر سب افراد ہمیشہ خداوند تبارک وتعالیٰ کے قانون کے تابع ہیں جو قرآن اور نبی اکرم کی زبان سے بیان ہوا ہے۔ اس حکومت میں الٰہی حکم، حاکم اور محکوم دونوں پر واجب الاطاعت ہے۔" (۱۷)

"اسلامی حکومت ایک طرح کی مشروط حکومت ہے مشروط اس وجہ سے کہ حاکم جماعت اپنی رہبریت اور قوانین کے اجراء میں کچھ شرائط کے پابند ہیں جو قرآن کریم اور سنت رسول اکرمؐ میں مشخص کی گئی ہیں۔ یہ شرائط وہی اسلامی احکام وقوانین ہیں جن کی مراعات اور انہیں لاگو کرنا ضروری ہے اس وجہ سے اسلامی حکومت لوگوں پر ایک الٰہی اور قانونی حکومت ہے۔" (۱۸)

امام خمینی کے مندرجہ بالا نظریات ان کے فکری ڈھانچے میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ حکومتوں کا آپس میں فرق آپ کی نظر میں اس بات پر منحصر ہے کہ حکومت کے اندر 'برترین طاقت' کسی شخص کو سونپی گئی ہے۔ لہٰذا امام خمینی کے نظریے میں ایک ایسی شرط موجود ہے جس کے ساتھ مطابقت اسلامی حکومت کے لئے ضروری ہے اور وہ یہ کہ یہ برترین طاقت جس کو بھی سونپی گئی ہو وہ اسے خدا کے قوانین کے مطابق استعمال کرے۔

وہ افراد جن کو یہ برترین طاقت سونپی گئی ہے وہ یہ حق نہیں رکھتے کہ وہ اسے اپنی مرضی کے مطابق اور قوانین کو نظر انداز کرتے ہوئے استعمال کریں۔ ایسی صورت میں نہ صرف حکومت کی شکل تبدیل ہو جائے گی بلکہ حق کی حکومت کی جگہ غاصب حکومت لے گی اور ایسی حکومت کو اسلامی حکومت کہنا کسی طور پر بھی صحیح نہیں ہے۔ امام خمینی کہتے ہیں:

"ہم اس اعتقادی اصول (توحید) سے انسان کی آزادی کا اصول سیکھتے ہیں کہ کوئی شخص بھی یہ حق نہیں رکھتا کہ ایک فرد، معاشرے یا قوم کو اس کی آزادی سے محروم کرے اس کے لئے قوانین بنائے اور اس کے روابط اور کردار کو اپنی ناقص سوچ یا اپنے میلان اور چاہت کے مطابق ترتیب دے۔ ہم اس اصول کی بناء پر یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ ترقی کی خاطر قانون بنانا صرف خداوند متعال کے ہاتھ میں ہے۔ جیسا کہ خلقت اور ہستی کے قوانین کو بھی خدا نے معین کیا ہے۔ انسان اور انسانی معاشروں کا کمال اور ان کی سعادت صرف اور صرف ان الٰہی قوانین کی اطاعت میں ہے جو انبیاءؑ کے وسیلے سے انسان تک پہنچے ہیں۔ انسان کے سقوط اور اس کے زوال کا باعث اس کی آزادی کا

چھین جانا اور اس کا دوسرے انسانوں کے لئے سر تسلیم خم کر لینا ہے۔ لہٰذا انسان کو چاہئے کہ وہ غلامی کی ان زنجیروں اور اپنی غلامی کی طرف دعوت دینے والے انسانوں کے خلاف اٹھ کھڑا ہو اور خود اپنے معاشرے کو آزاد کروائے تا کہ سب کے سب خدا کے بندے بن جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے معاشرتی قوانین آمرانہ اور استعماری قوتوں کے خلاف ہیں۔''(۱۹)

امام خمینی اپنے وصیت نامہ میں لکھتے ہیں

''اسلام اور اسلامی حکومت مظہر خداوندی ہے جس پر عمل پیرا ہونے سے فرزندان اسلام کو دنیا و آخرت کی اعلیٰ ترین سعادت حاصل ہو جائے گی اور وہ اس بات پر قادر ہے کہ ظلم وستم، لوٹ مار، بدعنوانیوں اور جارحیتوں کا قلع قمع کر کے انسانوں کو کمال مطلوب تک پہنچا دے۔ یہ ایک ایسا مکتب توحید ہے جو دوسرے مکاتب فکر کے مراکز انسان کے انفرادی، اجتماعی، مادی، معنوی، ثقافتی، سیاسی، فوجی اور اقتصادی شعبوں میں دخیل ہے اور ان پر نظر رکھتا ہے اور اس نے انسان اور معاشرے کی تربیت اور مادی ومعنوی ارتقاء کے سلسلے میں معمولی سے معمولی نکتے کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔''(۲۰)

امام خمینی کا تصورِ اتحاد و یکجہتی

اس سلسلے میں امام خمینی کے تصور کو بیان کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ کے لحاظ سے اس کا مختصر جائزہ لیا جائے۔ بنی نوع انسان میں اتحاد، وحدت کلمہ، وحدانیت واخوت والفت کا فروغ ہی دین اسلام میں ہدف ہے۔ اسی لئے پیغمبر اکرم ؐ نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں جب اپنی رسالت کے مرکز مسجد نبوی کی تعمیر کا مرحلہ طے کر لیا تو سب سے پہلے مہاجرین اور انصار سمیت تمام مسلمانوں کے درمیان اخوت و برادری کا رشتہ قائم کر کے ''اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ'' کی عملی تفسیر پیش کی۔ اسی وحدت اور توحید کے ذریعے جزیرہ نما عرب میں ایک مختصر سے عرصے کے دوران اپنے زمانے کیلئے ان علماء واکابرین کا طبقہ ابھر کر سامنا آیا جو اتحاد و یگانگت کی بنیاد اور انسانی معاشروں کی ڈگمگاتی ہوئی کشتی حیات کو ساحلِ نجات تک پہنچانے والا ناخدا ثابت ہوا۔ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھا اور مسلمانوں کا غیر متزلزل اتحاد واتفاق ہی تھا جس کے پیش نظر ایران کے بادشاہ یزدگرد سوم نے جب مسلمانوں کے خلاف چین کے بادشاہ سے امداد طلب کی تو چین کے بادشاہ نے دعوت اسلام کی پختگی اور امت مسلمہ کے اتحاد سے متعلق ملنے والی اطلاعات کی بنیاد پر یزدگرد سوم کو یہ جواب دیا تھا کہ:

''یہ (مسلمان) قوم وہ ہے جیسا کہ میں نے اس کے بارے میں سنا ہے اگر ارادہ کرے تو پہاڑوں

تک کو نابود کرسکتی ہے۔ یہ قوم اس وقت تک ہمیشہ کامیابی سے ہمکنار ہوتی رہے گی جب تک وہ حلال چیزوں کو اپنے لئے حرام اور حرام چیزوں کو خود پر حلال نہ کرے۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ ان کے معاملے میں صلح و آشتی کے سہارے سے کام لو۔"(۲۱)

اسلام دین فطرت ہے اور اس کی اساس توحید اور کلمہ وحدت ہے۔ لہٰذا اس کے مطابق انسان کا معاشرتی تکامل درحقیقت ایک فطری عمل ہے۔ اسلام کی بقاء کا راز سنن الٰہی کی بقاء ہے جو فطرت اور سنت ہستی کے درمیان ارتباط کو برقرار رکھے ہوئی ہے۔ اسی لئے اسلام نے انسان کو اس کی معاشرتی ہم بستگی اور مشترکہ ذمہ داریوں کی طرف خصوصیت سے متوجہ کیا ہے۔ نیز ہم دیکھتے ہیں کہ جب بھی مسلمان قرآن وسنت کے اصول سے روگردانی کرتے ہوئے تفرقہ واختلاف کا شکار ہوئے اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہنے کے حکم قرآنی سے عدول کیا امت مسلمہ ضعف وانحطاط اور پستی وزوال سے دوچار ہوئی۔

اتحاد و یکجہتی اور تفرقہ وانتشار کے عواقب ونتائج کے اس تجزیئے کے بعد ضروری ہے کہ ہم سرزمین ایران میں ۲۵ سو سالہ شہنشاہیت کا تختہ الٹ کر اسلامی انقلاب کی قیادت کرنے والے امام خمینی کے نظریات کا تجزیہ کریں۔ کیونکہ اس انقلاب میں آپ کے اتحاد و یکجہتی کا نظریہ بہت ہی اہمیت رکھتا ہے۔ اتحاد کی دعوت امام خمینی کے پیغامات اور خطابات کے ایک اہم حصے پر مشتمل ہے۔ امام خمینی قرآنی آیات اور روایات کی روشنی میں وحدت اور اتحاد کی دعوت دیتے ہیں۔ آج سے ستاون سال قبل انہوں نے اپنے سب سے پہلے اہم بیان کی ابتداء قرآن مجید کی اس آیت مجیدہ سے کی تھی۔" قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُم بِوَاحِدَةٍ أَن تَقُومُوا لِلَّهِ مَثْنَىٰ وَفُرَادَىٰ ۔(۲۲) (اے رسول) تم کہہ دو کہ میں نے تم کو نصیحت کی بس ایک بات کہتا ہوں (وہ) یہ (ہے) کہ تم لوگ محض خدا کے واسطے ایک ایک اور دو دو اٹھ کھڑے ہوں۔" اپنے اس بیان میں انہوں نے امت اسلامیہ کے درمیان وحدت واتحاد کے عملی وجود کو لازمی قرار دیا تھا۔

امام خمینی اتحاد کو خداوند عالم کی پہلی اور سب سے بڑی رحمت سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ رحمت و برکت خداوندی کے بغیر وحدت واتحاد حاصل نہیں ہوگی یہی وجہ ہے کہ آپ اکثر کہا کرتے تھے کہ ہم لوگوں کو اس بات کی بھرپور کوشش کرتے رہنا چاہئے کہ ہمارے درمیان خداوند عالم کی اس رحمت ونعمت کو دوام حاصل رہے اور اس کوشش کی پہلی منزل یہ ہے کہ ہم لوگ الٰہی ہو جائیں۔ آپ کے خیال میں اگر اس ابتدائی مرحلہ پر لوگ ثابت قدم رہیں تو دوسرا مرحلہ اتحاد خود بخود طے ہو جائے گا۔ کیونکہ آپ تفرقہ واختلاف کو شیطان کا کام اور وحدت واتحاد کے تعلق کو رحمٰن سے قرار دیتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں:

"اگر جملہ انبیاء علیہم السلام ایک وقت میں ایک جگہ پر جمع ہو جائیں تو ان کے درمیان کوئی جھگڑا اور

اختلاف نہ ہوگا کیونکہ وہ لوگ نفس پر مسلط اور خداوند عالم کے مطیع وفرمانبردار ہیں۔'' (۲۳)

امام خمینی کی فکر میں اختلاف شیطانی چیز ہے۔ آپ قرآن کریم کی سورہ آل عمران کی آیت ۱۰۳ ''وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعاً وَلاَ تَفَرَّقُوا'' کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

کچھ لوگ آپ اور قوم کے درمیان تفرقہ پیدا کرنے کے درپے ہیں اور آپ اور ملت کے کسی گروہ کے خلاف یا ملت کے خلاف دعوت دے رہے ہیں تو جان لیں کہ یہ دعوت اسلام کی دعوت کے برخلاف ہے۔ انبیاء الٰہی کی دعوت کے برخلاف ہے، اللہ کی دعوت کے برخلاف ہے کہ جو آپ کو ہمہ گیر اتحاد کی دعوت دیتا ہے۔ (۲۴)

امام خمینی اتحاد کو ہر فرد مسلمان کا شرعی اور مذہبی فریضہ سمجھتے ہیں اور ان کے خیال میں اس سلسلے میں علماء و دانشوروں اور اسلامی علاقوں کے حاکموں کی ذمہ داری دوسروں سے زیادہ ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ ان کے اکثر خصوصی بیانات اور اہم پیغامات اسی سلسلے میں صادر ہوتے رہے۔ امام خمینی علماء کے اتحاد کو اس طرح دیکھتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ مسلمانوں کے اتحاد سے خاص طور پر علماء اعلام کے اتحاد سے دشمنوں اور مخالفوں کی صفیں الٹ جائینگی اور پھر وہ اسلامی ممالک پر جارحیت کی فکر میں نہیں پڑیں گے۔

آپ مزید کہتے ہیں ''اولین شرعی والٰہی فریضہ یہ ہے کہ انقلابی، دینی طلباء اور علماء اتحاد و یگانگت کو باقی رکھا جائے ورنہ شب تاریک سامنے ہے اور خطرے کی مہریں اور گرداب اردگرد ہیں۔ آج کوئی ایسی شرعی و عقلی دلیل موجود نہیں ہے کہ جس کی بنیاد پر سلیقے، سمجھ، یہاں تک کہ ضعف انتظامی کا اختلاف فرض شناسی، دینی طلباء اور علماء کی باہمی الفت و وحدت ختم ہوجانے کا باعث بنے۔ (۲۵)

واضح رہے کہ شاہ کے دور میں اہم اور حساس منصوبوں میں سے ایک یونیورسٹیوں اور دینی علوم کے طلباء کے درمیان اختلاف پیدا کرنا تھا۔ سب اسی بات پر متفق تھے کہ ان دو اصناف کا اتحاد شاہی حکومت کے لئے عظیم خطرات کا باعث ہوگا۔ یہی وجہ تھی شاہی کارندوں نے جدت پسندی کے نام سے ایک نئی سوچ کی یلغار اور ان مغربی کتابوں کی طرف جن کا ہدف مذہب کی مذمت اور شرک و الحاد کی ترویج تھی توجہ مبذول کرادی اس وجہ سے روز بروز یونیورسٹی کے طالب علموں اور علوم دین کے طلباء کے درمیان خلیج بڑھ رہی تھی جس کے نتیجے میں امام خمینی کے حامی علماء اور یونیورسٹیوں سے مربوط افراد کے اتحاد کے سلسلے میں ارادے اور اقدامات بھی بے نتیجہ ثابت ہورہے تھے۔

امام خمینی نے ان موقعوں پر دینی مدارس اور یونیورسٹیوں کے درمیان اتحاد کو انقلابی لوگوں کی اہم ترین ذمہ داریوں میں سے قرار دیا۔ ۴ اپریل ۱۹۶۸ء میں جس وقت امام خمینی عراق میں تھے بصرہ یونیورسٹی کے بعض طلباء امام خمینی سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے تو آپ نے مستقبل میں ان کی ذمہ داریوں پر زور دیتے ہوئے اس کی بات کی طرف توجہ

دی کہ استعمار کے گماشتے جب ہمارے (علماء کے) پاس پہنچتے ہیں تو کہتے ہیں نوجوان تعلیم یافتہ نسل اور یونیورسٹیوں کے طلباء خراب ہو چکے ہیں۔ اپنے مذہبی و ملی نظریات سے ہاتھ دھو چکے ہیں بے راہ روی کا شکار ہو چکے ہیں اور غیروں کی تقلید میں لگ گئے ہیں اور جب وہ آپ (یونیورسٹی کے طالب علموں) کے پاس پہنچتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ مراجع اور علماء تو ہم پرست اور رجعت پسند ہیں۔ زمانے کے تقاضوں کو نہیں جانتے ان کی پیروی کا مقصد پیچھے کی طرف لوٹ جانے اور پسماندگی کے علاوہ کچھ نہیں، ترقی کے لئے ضروری ہے کہ ان متعصب اور رجعت پسند عناصر نیز ان کے نظریات سے دوری اختیار کریں۔ یہاں ہماری اور آپ کی ذمہ داری بنتی ہے کہ تفرقے کا بیج بونے والوں کی کوششوں اور خواہشات کے برخلاف ہم اپنے معنوی و فکری ارتباط کو مستحکم تر بنائیں اور ہر صورت میں ایک دوسرے کے سمجھنے کی کوشش کریں۔ امام خمینی نے اس ملاقات میں طلاب علوم دینی اور یونیورسٹیوں کے طلباء دونوں طبقوں کو ظلم کے خلاف نبرد آزما ہونے کی دعوت دینے کے ساتھ ساتھ مراکز علوم دینی اور یونیورسٹیوں کے درمیان اتحاد پر زور دیتے ہوئے خبردار کیا:

> ''اگر آپ آمادہ نہ ہوں اور استقامت کا مظاہرہ نہ کریں تو خود بھی ختم ہو جائیں گے اور احکام دین کا بھی خاتمہ ہو جائے گا اس کی ذمہ داری آپ کے اوپر آئے گی۔'' (۲۶)

اسی طرح امام خمینی اپنے وصیت نامہ میں تحریر کرتے ہیں:

> ''رضا خان کے زمانہ میں دباؤ، تشدد، لباس، قید و بند، شہر بدری یا جلاوطنی، بے عزتی نیز دیگر مشابہ طریقوں سے جاری رہا اور محمد رضا کے دور میں دوسرے طریقوں منصوبوں کے ساتھ جن میں سے ایک کالج یونیورسٹی والوں اور علماء کے درمیان دشمنی پیدا کرنا تھا۔ اس لئے ایک طرف یہ کوشش کی گئی کہ پرائمری اسکولوں سے لے کر یونیورسٹیوں تک کے مدرسین، اساتذہ اور وائس چانسلرز مغرب یا مشرق زدہ، اسلام اور دیگر مذاہب سے منحرف لوگوں میں سے منتخب ہو کر کام پر مامور ہوں اور ایماندار فرض شناس لوگ اقلیت میں رہ جائیں تا کہ آنے والے وقت میں حکومت کی باگ دوڑ سنبھالنے والے اس موثر طبقہ کی پرورش بچپن سے لڑکپن اور پھر جوانی تک اس انداز سے کریں کہ عام طور پر ادیان سے اور بالخصوص اسلام اور دین سے وابستہ لوگوں، خاص طور پر علماء و مبلغین سے متنفر ہوں۔ دوسری جانب غلط پروپیگنڈوں کے ذریعے علماء مبلغین اور دیانتدار لوگوں کو یونیورسٹیوں اور دانشوروں سے ڈرا کر سب پر بے دینی، اسلام اور مذاہب کے مظاہر کی مخالفت کا الزام لگاتے تھے تا کہ نتیجہ یہ ہو کہ حکومتی عہدیدار، مذاہب، اسلام، علماء، اور دینداروں کے مخالف اور عام لوگ جو دین اور علماء سے عقیدت رکھتے ہیں کابینہ، حکومت اور اس کے متعلقہ ہر شے کے

مخالف ہو جائیں نیز حکومت ،عوام ،دانشوروں اور علماء کے درمیان گہرے اختلافات ،غارت گروں کے لئے اس طرح راستہ ہموار کریں کہ مملکت کے تمام معاملات ان کی گرفت میں ہوں۔''(۲۷)

امام خمینی کی نظر میں عام مسلمانوں کی صرف اور صرف ایک جائے پناہ اسلام ہے۔اسلام کے آن بان اور شان والے جھنڈے تلے ہی ہم اپنے حقوق حاصل کر سکتے ہیں۔شیعہ وسنی کے مسئلے کی جڑ اور سنیوں کا ایک طرف اور شیعوں کا دوسری طرف ہونا ایک تو جہالت کی وجہ سے ہے دوسرا دشمنوں کے پروپیگنڈہ کی وجہ سے جیسا کہ خود شیعوں میں بھی مختلف اشخاص کو ایک دوسرے کے خلاف صف آراء کیا گیا۔یہی صورت اہلسنت کی بھی ہے۔ایک سنی گروہ کو دوسرے کے مقابل کھڑا کیا گیا ہے۔کلمات قصار میں آپ کا یہ بیان موجود ہے کہ''اسلام کے اندر شیعہ اور سنی، کرد اور فارس (کا مسئلہ)نہیں ہے۔ہم سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔''(۲۸)امام خمینی مزید کہتے ہیں:

''غیروں کے گماشتوں نے اپنے اور اپنے آقاؤں کے مفاد کو خطرے میں دیکھ کر اہل سنت بھائیوں کو بھڑکانے اور بھائی کے ہاتھوں بھائی کا گلا کٹوانے کے لئے شیعہ سنی فتنہ کھڑا کیا ہے اور اسی شیطانی حربے سے بھائیوں کے درمیان اختلافات پیدا کرنا چاہتے ہیں۔اسلامی جمہوریہ ایران میں سنی شیعہ بھائی مساوی حقوق کی بنیاد پر مل جل کر رہتے ہیں جو بھی اس حقیقت کیخلاف مذموم پروپیگنڈہ کرے وہ اسلام اور ایران کا دشمن ہے۔آپ کو چاہئے کہ اس زہریلے پروپیگنڈے کو بے اثر بنائیں۔''(۲۹)

آپ کی سوچ میں جو لوگ سنی اور شیعہ بھائیوں میں رخنہ اندازی کرتے ہیں وہ اسلام سے دشمنی کرتے ہیں اور اسلام دشمن عناصر کے کاموں کو پروان چڑھاتے ہیں۔وہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں پر کفار حکومت کریں۔یہ لوگ امریکہ اور روس کے آدمی ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ کی جانب سے جاری رکھی گئی اتحاد کی مسلسل کوششوں کی وجہ سے ایران میں شیعہ اور سنی دونوں فرقے اسلامی انقلاب لانے میں کامیاب ہوئے۔ایک جگہ امام خمینی نے شیعہ برادری کو براہ راست متنبہ کرتے ہوئے کہا کہ:

''ضروری ہے کہ ایران اور دوسرے ممالک کے تمام شیعہ ایسی تمام جاہلانہ حرکات سے باز رہیں جن سے مسلمانوں کی صفوں میں تفرقہ ڈالا جا سکتا ہو۔ضروری ہے کہ سنی بھائیوں کے ساتھ نماز جماعت ادا کی جائے۔ایک دوسرے کے خلاف پروپیگنڈہ اور خلاف شرع اقدامات سے پرہیز کیا جائے۔''(۳۰)

۲۲ جولائی ۱۹۸۰ء کو امام خمینی نے اپنے خطاب میں کہا:

''کچھ مسلمان شیعہ ہیں، کچھ سنی ہیں، کچھ حنفی ہیں، کچھ حنبلی ہیں اور کچھ اہل حدیث، اصلاً اس طرح کی تقسیم اول ہی سے درست نہ تھی۔ ایک ایسے معاشرے میں کہ جہاں سب اسلام کی خدمت کرنا چاہتے ہیں تو ان مسائل کو اٹھنا ہی نہیں چاہئے۔ ہم سب بھائی ہیں اور سب اکٹھے ہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ آپ کے علماء نے کوئی فتویٰ دیا اور آپ نے اپنے علماء کی تقلید کی اور آپ حنفی ہوگئے۔ بعض نے امام شافعی کے فتوے پر عمل کیا وہ شافعی ہوگئے اور ایک گروہ نے حضرت صادق کے فتوے پر عمل کیا وہ شیعہ ہوگئے۔ یہ دلیل اختلاف نہیں ہے۔ ہمیں آپس میں اختلاف وتضاد نہیں رکھنا چاہئے۔ ہم سب آپس میں بھائی ہیں۔ شیعہ و سنی بھائیوں کو ہر اختلاف سے پرہیز کرنا چاہئے۔(۳۱) اتحاد کو مزید وضاحت کے ساتھ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: ''ہم سب مسلمان ہیں۔ ہم سب اہل قرآن ہیں، ہم سب اہل توحید ہیں اور چاہئے کہ قرآن اور توحید کیلئے زحمت اٹھائیں اور خدمت کریں۔'' (۳۲)

اسلامی فرقوں کے بارے میں امام خمینی کی نظری و عملی سیرت آیت کریمہ ''اِنَّمَا الْمُؤمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ'' پر استوار ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ اپنے تاریخی پیغامات میں تمام شیعہ و سنی مسلمانوں کو مخاطب قرار دیتے ہیں، جب اسلامی حکومت بنانے میں کامیاب ہوتے ہیں، اہل سنت کو مسلمان بہنوں اور بھائیوں سے تعبیر کرتے ہیں نہ کہ دینی اقلیتیں۔ اسلامی فرقوں کے درمیان اتحاد و یکجہتی پر امام خمینی کے نظریئے کا ایک پہلو ہفتہ وحدت کی تشکیل و تعیین ہے۔ ربیع الاول کے مہینے میں حضرت رسول اکرمؐ کے میلاد کی مناسبت سے دو مختلف تاریخوں میں جشن ولادت کا انعقاد نہ صرف کہ اس کے شایان شان نہیں تھا بلکہ یہ چیز مسلمانوں کے اختلاف کا مظہر تھی۔ بعض مسلمان صرف ۱۲ ربیع الاول کو جشن عید میلاد النبی ﷺ مناتے تھے اور بعض صرف ۱۷ ربیع الاول کو اور یہ ناپسندیدہ سلسلہ یوں جاری رہا یہاں تک کہ امام خمینی کی رہبری میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے ساتھ ۱۲ ربیع الاول سے ۱۷ ربیع الاول تک کا ہفتہ ہر سال ہفتہ وحدت کے عنوان سے منائے جانے کا اعلان ہوا، اور دنیا بھر کے مسلمانوں نے اس ہفتے سے ہم آہنگ ہو کر پیغمبر اسلام کے مبارک نام سے منایا۔ پہلا ہفتہ وحدت ۱۹۸۱ء میں منایا گیا۔ اسی سال ایک کانفرس تہران میں منعقد ہوئی جس میں شیعہ سنی دونوں طرفین کے زعماء نے شرکت کی اور امام خمینی نے خصوصی طور پر شرکائے کانفرنس سے خطاب کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی امام خمینی کے اس عمل کی پیروی کرتے ہوئے ہر سال ہفتہ وحدت منایا جاتا ہے۔ ۱۳۶۶ش (۱۹۸۸ء) اور ۱۳۶۷ش (۱۹۸۹ء) میں پہلی اور دوسری عالمی وحدت اسلامی کانفرس منعقد ہوئی جس میں وسیع پیمانے پر علمائے اسلام

نے شرکت کی یہاں تک کہ ۱۳۶۸ش (۱۹۹۰ء) میں امام خمینی کے شاگرد اور آپ کے حقیقی جانشین آیت اللہ خامنہ ای کے ہاتھوں ''مجمع دار التقریب مذاہب اسلامی'' کی تشکیل ہوئی۔ (۳۳)

ملت ایران کے اتحاد کی وجہ سے اس سرزمین سے مغرب زدہ لوگوں کو ایران چھوڑنا پڑا اور افغانستان میں مسلمانوں کے اتحاد عظیم نے اشتراکی قوت کو پاش پاش کردیا۔

ملک کی جغرافیائی سرحدوں کے اندر قومی اتحاد کے سلسلے میں امام خمینی معاشرہ کے تمام طبقوں، جماعتوں اور گروہوں کے درمیان مستحکم اتحاد کو کامیابی کی راہ میں پہلا قدم مانتے تھے اسی وجہ سے وہ اپنے خطبوں اور بیانات میں دینی درسگاہوں اور یونیورسٹیوں سے وابستہ لوگوں کے درمیان اتحاد کو معاشرہ کے دیگر طبقوں کے درمیان اتحاد کا وسیلہ مانتے تھے۔ علماء کرام اور یونیورسٹیوں سے وابستہ افراد کے درمیان اتحاد کے ساتھ ساتھ آپ علماء اور عوام افراد فہم و دانش اور عوام وانتظامی وفوجی جماعت اور عوام وحکومت اور پارلیمنٹ وعدلیہ اور انتظامیہ اور نفاذیہ اداروں کے درمیان زمینی اور ہوائی افواج کے درمیان اور مختلف النوع قومی تنظیموں کے درمیان اتحاد پر بہت زور دیتے ہیں۔ امام خمینی اختلاف علماء کو اختلاف ملت سمجھتے ہیں ۲۲ فروری ۱۹۸۸ء کو مراجع کے نام اپنے پیغام میں آپ نے کہا:

> ''علماء کا اختلاف ملت کا اختلاف ہوتا ہے۔ افراد کا اختلاف نہیں ہوتا، ایک عالم جو ایک شہر میں اثر رکھتا ہے لوگوں کی آنکھیں اور کان اس کی طرف ہیں اور دوسرا عالم جو اسی کی طرح ہوتا ہے سے اگر ان دونوں کے درمیان اختلاف ہوجائے تو اس اختلاف کو جمعہ و جماعت اور دیگر عوامی جگہوں پر لے جائے تو یہ ایسا نہیں ہے جیسے زید اور عمرو کا اختلاف ہو۔ یہ ایسا اختلاف ہے کہ جو ہر شہر کو دو حصے میں بانٹ دیتا ہے، اس کے دو حصے کردیتا ہے۔ ایک حصہ اس طرف اور دوسرا حصہ اس طرف، پھر آہستہ آہستہ بڑھتا رہتا ہے۔ ہمارے دشمنوں کا بھی حوصلہ بہت زیادہ ہے۔ پچاس سال آئندہ کے لئے اس وقت منصوبہ بناتے ہیں اور اسی طرح آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہے یہ خرابی زیادہ ہوتی رہتی ہے تاکہ ایک دن تیار ہوجائے تو خود ملک کے اندر ان کے ایجنٹوں کے ہاتھوں پھٹ پڑے ہمیں اس سے غافل نہیں رہنا چاہئے۔'' (۳۴)

امام خمینی نے ۳۰ مئی ۱۹۸۴ کو ایرانی پارلیمنٹ کے ارکین سے ملاقات کے موقع پر اختلافات کے نتیجہ کو اس طرح بیان کیا:

پارلیمنٹ کے اراکین یہ گمان نہ کریں کہ وہ ایک مجلس (پارلیمنٹ) میں بات کررہے ہیں۔ ائمہ جمعہ یہ خیال نہ کریں کہ وہ ایک محدود مقام پر بات کررہے ہیں۔ آج حدیں ختم ہوچکی ہیں۔ دیواریں گرچکی ہیں۔ کل اگر کسی مجلس میں

کوئی بات کرتا تھا مثلاً جمعہ، جماعت کے مقام پر کچھ کہتا تھا تو وہ بات ایک محدود جمعیت میں ہوتی تھی اور ختم ہو جاتی تھی۔ آج آپ سب جانتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے۔ خصوصاً ایران میں کہ جہاں پارلیمنٹ کی کاروائی براہ راست دیکھی جاتی ہے۔ ایسی صورت حال میں ہماری ذمہ داری بہت زیادہ ہے۔ اگر انحرافات پیدا ہو گئے تو یہ انحرافات محدود نہ ہونگے بلکہ غیر محدود ہو نگے۔ اگر اندرونی اختلافات پیدا ہو گیا تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ آپ شکست کھائیں گے۔ (۳۵) لہٰذا علماء اور پارلیمنٹ کے اراکین کا فرض آپ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ متحد ہو کر اسلام دشمن طاقتوں کا مقابلہ کریں۔ امام خمینی کے خیال میں مغرب ومشرق کی عظیم طاقتوں کے مقابلے اسلامی انقلاب ایران کی کامیابی کا راز اتحاد ہے جسے آپ اپنی وصیت نامہ میں اس طرح تحریر کرتے ہیں:

> ''بلاشبہ اسلامی انقلاب کی بقاء کا راز وہی ہے جو اس کی کامیابی کا راز ہے اور قوم کامیابی کے راز سے آگاہ ہے۔ اس کے دو بنیادی رکن خدائی محرک، اسلامی حکومت کی بلند منزل اور اس منزل کے حصول کیلئے ملک بھر کے عوام کا وحدت کلمہ کے ساتھ اتحاد و اتفاق ہیں۔'' (۳۶)

۳ فروری ۱۹۷۸ کو علماء کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے پھر اتحاد کی تاکید کی اور کہا:

> ''علمائے اسلام اور دیگر گروہوں میں پیدا ہونے والی وحدت کلمہ کے باعث ایک قوم اٹھ کھڑی ہوئی اور اس وحدت کلمہ کی پیروی کے ذریعے قوم نے سب سے بڑی طاقتوں کو زمین پر دے مارا۔ سب توپوں اور ٹینکوں کو زمین بوس کر دیا۔ رضا شاہ ایک طاقت ور شخص تھا۔ روس اس کا حامی تھا۔ امریکہ اسکا حامی تھا۔ برطانیہ اس کا حامی تھا، سب اسلامی حکومتیں اس کی حامی تھیں، چین اس کا حامی تھا الغرض سب اس کے حامی تھے بڑی طاقتوں سے لے کر چھوٹی طاقتوں تک سب اس کی حامی تھیں آپ نے اس بڑی طاقت کے سامنے قیام کیا کہ جو آپ کا سب کچھ ہڑپ کیے بیٹھی تھی۔ کیوں کہ آپ میں وحدت کلمہ تھی۔ لہٰذا آپ نے اپنے مکوں سے ٹینکوں کو کمزور کر دکھایا۔ خون سے شمشیر پر غلبہ پالیا۔ وہ تخت سے گرا اور فرار کر گیا۔'' (۳۷)

جس طرح امام خمینی نے اتحاد کی اہمیت وضرورت پر زور دیا ہے اس طرح آپ نے اتحاد کے لوازم کی نشاندہی بھی کی ہے۔ کیونکہ آپ کی نظر میں مناسب وساز گار ماحول کے بغیر اتحاد کی تشکیل ایک امر محال ہے اور اگر اتحاد قائم ہو گیا تو وہ مستحکم نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اتحاد کے عقیدتی اصولوں کا ذکر کرنے کے بعد ہم امام خمینی کے بیٹے سید احمد خمینی نے امام خمینی کے افکار کی روشنی میں تشکیل وتحکیم اتحاد کے لئے جن بنیادی اسباب وعوام اور لازمی عناصر کی طرف تفصیلی اشارہ کیا ان کا اجمالی تجزیہ پیش کریں گے:

۱۔ غیر معمولی حد تک خود سازی کا اہتمام اور ذاتی و سماجی زندگی میں معنوی قدروں اور اعلی اخلاقی معیاروں کی پیر وی۔

۲۔ سلیقوں کے درمیان اختلاف کا تحمل، آزادی فکر، دفاع اور ایسی ثقافتی و سیاسی تشکیلات کی حمایت جس پر امت اسلامیہ کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے۔

۳۔ طرفین کے درمیان اتحاد کے سلسلے میں رخنہ اندازی اور غلط فہمی پیدا کرنے والوں کے سلسلے میں پوری توجہ اور ہوشیاری سے کام لینا اور عوام کو بھی ان تفرقہ عناصر کی کرتوتوں سے باخبر رکھنا۔

۴۔ ناقابل حل سیاسی و سماجی مسائل و مشکلات کو حل کرنے میں اتحاد کے معجزہ آفریں کردار کے سلسلے میں گہرا اعتقاد و مکمل اعتماد۔

۵۔ اتحاد کا بھرپور احترام کرتے ہوئے اصولی موقف اور منطقی اقدار و معتقدات کا تحفظ۔

۶۔ دینی درسگاہوں اور یونیورسٹیوں کے نظام اور طریقہ تحقیق کے درمیان موجود بنیادی اختلافات کو نگاہ میں رکھتے ہوئے معاشرہ کے بنیادی مسائل کو سمجھنے کے لئے مشترکہ زبان کا انتخاب اور اختلافات سے پرہیز۔

۷۔ مشترکہ پہلوؤں کی زیادہ سے زیادہ تلاش اور بنیادی باتوں میں نظریاتی اختلافات کو کم کرنے کی بھرپور کوشش اس کام کے لئے فقط علمی مناظرہ مباحثہ کی تشکیل اور عوام الناس کو ان کی علمی اور ثقافتی اختلافات سے دور رکھنا نیز ان مسائل کو حل کرنے کے لئے فقط علمی، اجتماعی اور مناسب و پسندیدہ عقلی راہ وروش کا استعمال۔

۸۔ توحیدی اور وحدت آمیز ثقافت کا اسلامی معاشروں میں احیاء اور مذہب اسلام کے مختلف عبادی، سیاسی اور سماجی احکام میں اتحاد کے مظاہر اور نمونوں کی طرف ملت اسلامیہ کو متوجہ کرنا مثلاً نماز جمعہ و جماعت اور حج جیسی عظیم اسلامی اجتماعات کے فلسفہ پر محققانہ غور و فکر، مسلمانوں کو باہمی تعاون کی طرف راغب کرنا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو تمام مسلمانوں کا ذاتی فریضہ قرار دیتے رہنا۔

۹۔ امت اسلامیہ سے تعلق رکھنے والے ہر شخص کو اسلام کے درمیان ماضی سے مطلع رکھتے ہوئے موجودہ صدی میں مسلمانوں کے زوال کے اسباب سے بھی بخوبی آگاہ رکھنا۔

۱۰۔ اکثر اسلامی معاشروں پر مسلط مغربیت کی تردید اور خود اعتمادی کی ترویج و اشاعت کو بنیاد قرار دیتے ہوئے دنیائے اسلام کی ثقافتی تحریک کو وسعت و عالمی مقبولیت کے لئے لازمی جد جہد جاری رکھنا۔

۱۱۔ حقیقی دشمنوں کی شناخت اور دشمن تراشی سے اجتناب و پرہیز۔

۱۲۔ اتحاد کے دشمنوں کے خلاف یقینی کامیابی کے لئے جہاد و شہادت پسندی پر مشتمل ثقافت کی تبلیغ و ترویج۔

۱۳۔ خرافات اور تفرقہ انگیزی کی مکمل روک تھام جو ناواقف اور خود غرض عناصر کے ذریعہ دینی اور مذہبی رسومات کا جزو بن گئی ہیں اور یہ خرافات طویل مدت گزرنے کے باوجود مسلمان قوموں اور قبیلوں کی روایتی ثقافت کا بنیادی رنگ وروپ اختیار کر چکی ہیں۔اس کے ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کے درمیان موجود اندھے تعصب کو کم کرنے کی بھرپور کوشش۔

۱۴۔ وحدت واتحاد کے منادیوں کے قول وعمل کے درمیان یکسانیت نیز اتحاد کو اپنا نصب العین قرار دینے والی حکومت سے وابستہ افراد و حکام کے قول وفعل میں بھی یکسانیت کو برقرار رکھنا۔

مزید برآں امام خمینی نے مسلمانوں کے درمیان اتحاد کو مستحکم بنانے کے لئے فلسطینی مسلمانوں کے حقوق کی بھرپور حمایت کی۔

امام خمینی فلسطین سمیت تمام اسلامی ممالک کی مصیبتوں کا راز ایک بات پر متفق نہ ہونے اور عدم ہم آہنگی کو سمجھتے ہیں۔تاہم اس کے بارے میں آپ کے نظریات کی وضاحت کرنے سے پہلے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ فلسطین کا تاریخی پس منظر اور اسرائیل کے وجود کے بارے میں مختصر تجزیہ کریں تاکہ فلسطینی مسلمانوں کی مشکلات کے حل کیلئے اتحاد کی ضرورت پر امام خمینی کے نظریات کی وضاحت ہو جائے۔

فلسطین کی سرزمین جس کا پرانا نام کنعان تھا ۲۵۰۰۰ مربع کلومیٹر پر مشتمل ہے۔(۴۸)

فلسطین بحر ابیض متوسط کے مشرقی ساحل،مصر،شام،اردن اور لبنان کے ساتھ واقع ہے فلسطین کا علاقہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے عظیم پیغمبروں کے ظہور اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مسکن ہے۔جغرافیائی لحاظ سے بھی یہ جگہ بہت حساس اور اہمیت کی حامل ہے۔

پرانا یروشلم یا بیت المقدس پہاڑوں پر بنایا گیا تھا جو کوہ موریا کے اوپر یہود کے معبد کے ساتھ واقع ہے بیت المقدس فلسطین کے اہم مقامات میں سے ہے۔

بعثتِ اسلام سے لے کر ہجرت کے دوسرے سال تک بیت المقدس مسلمانوں کا پہلا قبلہ تھا۔لیکن مدینہ میں ہجرت کے دوسرے سال مدینہ کی مسجد بنی مسلمہ میں خدا کے حکم سے مسلمانوں کا قبلہ مسجد الاقصیٰ سے مسجد الحرام کی طرف تبدیل ہو گیا۔تاہم اللہ کے حکم سے پیغمبر اسلامؐ نے مسجد بنی مسلمہ میں قبلہ کا رُخ بیت المقدس کی طرف کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

نومبر ۱۹۱۷ء میں برطانوی کابینہ میں فلسطین کی سرزمین پر ''قومی مرکز برائے یہود'' بنانے کی تجویز پاس کی گئی۔

پہلی جنگ عظیم کے اواخر میں صیہونی تنظیموں سے وابستہ یہودی لشکر نے فلسطین کے کچھ حصہ پر قبضہ کر لیا جس کا عربوں پر برا اثر پڑا۔ پہلے سے بھی فلسطین میں چھوٹے چھوٹے یہودی گروہوں کو مستعمرہ نشین (کرایہ پر رہنے والے) افراد کے طور پر

ٹھہرایا گیا تھا جو مقامی عربوں کی اراضی کو خرید کر کھیت بنا دیتے تھے۔ ۲۵ اپریل ۱۹۲۰ء میں اتحادیوں اور اقوام متحدہ نے قانونی طور پر فلسطین کی نظامت (سرپرستی) کو حکومت برطانیہ کے حوالے کر دیا اور اسے مامور کیا گیا کہ یہودیوں کے لئے قومی مرکز کے قیام کے لئے فی الفور عملی اقدام کرے۔ (۳۹) اس زمانے میں فقط ۵۰ ہزار یہودی فلسطین میں آباد تھے لیکن جدید حکومت جو برطانیہ کی طرف سے ایک یہودی کو واگزار کی گئی تھی، کے ذریعہ (فلسطین کی طرف) یہودیوں کی ہجرت کا باب کھل گیا اور ان کی آبادی بڑھتی گئی۔ فلسطین میں خود مختار تجارتی، اقتصادی اور سماجی تنظیمیں تیزی کے ساتھ بن رہی تھیں جن کی مالی امداد دنیا کے مالدار یہودی کرتے تھے۔

ان حالات میں عرب ایک دوسرے سے دور اور تفرقے کا شکار تھے اور نعروں اور الفاظ کی حد سے بڑھ کر فلسطینیوں کی مدد نہیں کرتے تھے۔ ۱۹۲۹ء میں فلسطینی عربوں اور مہاجر صہیونیوں کے درمیان پہلی مرتبہ خونی جھڑپ ہوئی اور صہیونیوں اور برطانیہ کے فوجیوں نے فلسطینیوں پر گولیاں برسا کر ۱۳۵ افراد کو قتل اور بہت سے لوگوں کو زخمی کیا یا گرفتار کر لیا کچھ لوگوں کو عمر قید کی سزا سنائی یا پھانسی دیدی۔ (۴۰)

۱۴ مئی ۱۹۴۸ء میں حکومت برطانیہ نے اپنے تسلط ختم کیا اور اپنی فوجیں جو فلسطین میں تھیں، سے باہر نکالیں۔ اسی روز تل ابیب میں قومی کونسل برائے یہود قائم ہوئی اور اسرائیلی حکومت کے وجود کا اعلان کر دیا گیا۔ پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق اس وقت کے امریکی صدر ٹرومن نے چند گھنٹے بعد اسرائیل کی نئی حکومت کو تسلیم کر لیا۔ برطانیہ نے بھی وہاں سے نکلتے وقت اپنے تمام جنگی وسائل ان کے اختیار میں دے دیئے تھے۔ (۴۱) اس دن سے لے کر آج تک صہیونیوں نے نہ صرف فلسطین کے تمام حصوں پر بلکہ بعض دیگر اسلامی سرزمینوں پر بھی قبضہ جما رکھا ہے۔ تقریباً ایک صدی پر محیط عرصہ فلسطینیوں کیلئے تلخ یادوں کا دورانیہ رہا ہے۔

امام خمینی اسرائیل کے وجود ہی کے مخالف تھے اسے غاصب سمجھتے تھے۔ اسرائیل کی حکومت نے ''نیل سے لے کر فرات تک'' قبضہ جمانے کے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے امریکہ کی حمایت کے ساتھ مئی ۱۹۶۷ء میں عرب ممالک (جن میں مصر شام اور اُردن شامل تھے) پر وسیع اور مکمل حملے کا آغاز کر دیا۔ چھ روزہ جنگ میں اپنے فوجی وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے اسرائیل نے ان تینوں ممالک کو شکست دی اور ان کی فضائی طاقت کو ختم کر دیا۔ (۴۲) اور اس دوران میں ان تینوں ملکوں کی فضائی طاقت کو ختم کر کے رکھ دیا۔

اس موقع پر امام خمینی نے ایک بار پھر مسلمان اقوام کو اتحاد و یگانگت کی دعوت دی۔ جب امام خمینی کو شاہی حکومت اور صہیونی حکومت کے درمیان سیاسی، فوجی اور اقتصادی میدانوں میں نزدیکی روابط کا بخوبی علم ہوا اور آپ کو معلوم ہوا کہ ایران، اسرائیل کی تیل کی ضروریات پوری کر رہا ہے تو اس موقع پر امام خمینی نے اسرائیل کے ساتھ ہر قسم کے تعلقات

اور تیل کے سودے کو ممنوع اور اس عمل کو اسلام کی مخالفت قرار دیا۔ ۱۹۶۷ء کو اپنے ایک بیان میں آپ نے کہا:

''یہ ناسور جو اسلامی ممالک کے دل میں استعماری طاقتوں کے بل بوتے پر وجود میں آیا ہے اور اس کی خطرناک جڑیں روز بروز اسلامی ممالک کی سلامتی کے لئے خطرے کی گھنٹی بجا رہی ہیں اسے اسلامی حکومتوں اور عظیم اسلامی اقوام کے عزم و تعاون کے ذریعے اکھاڑ پھینکنے کی ضرورت ہے۔ اسرائیل کی مدد حرام ہے اور اسلام کے ساتھ دشمنی ہے اور یہ مدد خواہ اسلحے اور بارود کی فروخت کے ذریعے ہو یا تیل کی فروخت کی صورت میں، اسرائیل اور اس کے ایجنٹوں کے ساتھ تعلقات خواہ تجارتی ہو یا سیاسی، اسلام کی مخالفت اور حرام ہے، مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اسرائیلی چیزوں اور مصنوعات کا بائیکاٹ کریں۔''(۴۳)

فلسطینی سنی مسلمانوں کے ساتھ اتحاد و یکجہتی کے لئے امام خمینی نے رمضان شریف کے آخری جمعے کو 'یوم القدس' قرار دیا اسی مناسبت سے آپ نے کہا:

''میں تمام دنیا کے مسلمانوں اور اسلامی حکومتوں سے اس غاصب (اسرائیل) اور اس کی پشت پناہی کرنے والوں کے ہاتھ کاٹنے کے لئے اتحاد و یکجہتی کا طلب گار ہوں۔ تمام مسلمانوں کو دعوت دیتا ہوں کہ رمضان شریف کے آخری جمعے کو جو ایام قدر میں سے ہے اور فلسطینیوں کے لئے تاریخ ساز دن بھی ہو سکتا ہے، یوم القدس قرار دیں اور اس روز عالمی سطح پر مسلمانوں کے قانونی حقوق کی حمایت کا اعلان کریں، خداوند تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ مسلمانوں کو اہل کفر پر غلبہ عنایت فرمائیں۔''(۴۴)

اگرچہ ابھی تک اسلامی ممالک کے اقدامات کے مطلوبہ نتائج برآمد نہیں ہوئے لیکن ماہ رمضان کے آخری جمعے کو یوم القدس کے طور پر منانے سے صہیونیوں کے خلاف امت مسلمہ کے شدید غصے کا مظاہرہ ہوا اور مسلمانوں میں اتحاد و یکجہتی کے استحکام و ترقی کا باعث بنا۔ امام خمینی قدس کے دن کو اسلام کا دن قرار دیتے ہیں: ''قدس کا دن اسلام کا دن ہے۔ یوم القدس اسلام کو زندہ کرتا ہے اور قدس کے دن ہمیں اسلام کو زندہ کرنا چاہئے۔(۴۵) امام خمینی کے خیال میں ''اسلامی قوانین اسلامی ممالک میں نافذ ہوں۔ قدس کا دن وہ دن ہے کہ جس میں تمام سپر طاقتوں کو یہ پیغام دیں کہ اب اسلام تمہارے خبیث آلہ کاروں کے ماتحت نہیں رہے گا۔ قدس کا دن حیات اسلام کا دن ہے۔ مسلمانوں کو ہوش میں آنا چاہئے۔ وہ اپنی مادی اور معنوی طاقت کو سمجھیں، مسلمان ایک ارب ہیں۔ خداوند عالم کی پشت پناہی انہیں حاصل ہے اور اسلام ان کا حامی ہے۔''(۴۶)

امام خمینی کی جانب سے قدس شریف اور فلسطین کے سنی مسلمانوں کے حقوق کے دفاع کی خاطر قدس کے عالمی دن کے اعلان سے شیعہ و سنی امت مسلمہ کی تقدیر پر آپ کی خاص توجہ کی نشاندہی ہوتی ہے۔ان کے بیانات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صرف فلسطین اور قدس کی آزادی آپ کے پیش نظر نہیں تھی بلکہ دنیا بھر کے ایک ارب سے زائد مسلمانوں کے درمیان اتحاد کی برقراری کا عظیم مقصد آپ کے مدنظر تھا، آپ کہتے ہیں:

''قدس کا دن فلسطین کا دن نہیں، اسلام کا دن ہے اسلامی حکومت کا دن ہے وہ دن ہے جس میں جمہوری اسلامی کا پرچم پورے عالم اسلام میں لہرانا چاہیئے ۔ وہ اسلامی ممالک میں قدم نہیں جما سکیں گی۔ میں قدس کے دن کو اسلام کا دن، رسول اکرمؐ کا دن سمجھتا ہوں یہ وہ دن ہے جس میں ہم کو اپنی تمام توانائیوں کو یکجا کرنا چاہیئے اور مسلمانوں کو اس تنہائی سے باہر نکالنا چاہیئے۔ جس میں انہیں مبتلا کر دیا گیا اور اپنی تمام طاقت کے ساتھ اغیار کے مقابلے میں ڈٹ جانا چاہیئے۔''(۴۷)

اسی طرح امام خمینی نے ۳۰ اکتوبر ۱۹۷۹ء کو اپنے ایک اور پیغام میں ہر مسلمان پر لازم قرار دیا کہ وہ اسرائیل کے خلاف تیاری کرے وہ پیغام یہ ہے:

''آج مسلمانوں کا قبلہ اول اس اسرائیل کے ہاتھوں میں ہے جو مشرق وسطیٰ میں کینسر کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ آج ہمارے عزیز فلسطینی اور لبنانی بھائیوں کو پوری قوت سے کچل رہا ہے اور انہیں خاک و خون میں غلطاں کئے ہوئے ہیں۔آج اسرائیل تمام شیطانی وسائل کے ذریعے تفرقہ پیدا کر رہا ہے۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اپنے آپ کو اسرائیل کے خلاف تیار کرے۔''(۴۸)

امام خمینی نے قدس کی آزادی کیلئے عملی اقدام کے طور پر یوم القدس کی بنیاد رکھی تا کہ اس دن دنیا کے تمام کلمہ گو اپنے قبلہ اول کی آزادی کیلئے تجدید عہد کر سکیں۔ آپ سب سے زیادہ اتحاد عالم اسلام کی تاکید کرتے تھے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ فلسطین سمیت عالم اسلام کے دیگر مسائل حل ہو سکے۔اس سلسلے میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ صرف اور صرف ایک بھرپور اور ہمہ گیر جدوجہد کے نتیجے میں ہی ہم ایک بار پھر ''قدس'' کو اپنی عظمت رفتہ کی پہچان کا ذریعہ قرار دے سکتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں مسلسل جدوجہد ہی قدس کی آزادی کا اصل راستہ ہے۔لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان قوم اب بھی متحد نظر نہیں آتی۔ اب بھی ایک دوسرے کے اختلافی جزئی مسائل کو تلاش کرتے ہوئے مزید انتشار کا باعث بن رہے ہیں۔ مولانا بدر القادر مصباحی کی کتاب ''اسلام اور خمینی مذہب'' اور مولانا منظور نعمانی کی کتاب ''ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت'' اس کا واضح ثبوت ہے۔ کیونکہ دونوں حضرات نے مسئلہ امامت و خلافت پر بحث کرنے کے بعد امام خمینی کے نظریہ ولایت پر تنقید کرتے ہوئے امام خمینی کے اتحاد کی کوششوں کو کوئی اہمیت نہیں دی ہے۔ حالانکہ امامت و خلافت کا مسئلہ پیغمبر اکرمؐ کے بعد سے لے

کر آج تک چلا آرہا ہے۔ آئندہ بھی رہے گا اور یہ جدید مسئلہ نہیں تھا کہ امام خمینی نے خود سے ایجاد کیا ہو۔ یہ عام اسلامی فرقہ بندی کا مسئلہ ہے۔ اسلام میں صرف شیعہ سنی کا مسئلہ نہیں بلکہ شاید ۷۲ سے بھی زیادہ فرقے ہیں ان میں سے ایک فرقہ شیعہ (فقہ جعفری) بھی ہے۔ لہٰذا امام خمینی کو ایک فقہ کا قائد سمجھ کر اس کے عالمگیر نظریات ختم کرنے کی کوشش ناانصافی ہوسکتی ہے۔ دوسرے آسمانی ادیان میں دیکھئے دین مسیحیت میں بھی کافی اختلافات ہیں بلکہ اسلامی فرقوں سے کئی گنا زیادہ بھی ہیں۔ لیکن جب اسلام کے مقابلے میں یا کسی دوسرے دین کے مقابلے آتے ہیں تو سب متحد ہوتے ہیں اور کسی دوسرے دین والے کو اپنے درمیان گھسنے کا موقع نہیں دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ آج دین عیسائیت مضبوط اور وسیع مذہب کی صورت میں دنیا میں چھایا ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ آپس کے اختلافات کو نظر انداز کرتے ہوئے مشترکہ مسائل میں ایک ہوکر حقیقی دشمن کے سامنے متحد ہوتے ہیں لیکن مطلب یہ نہیں کہ ان کے درمیان اختلافی بات نہ ہو جبکہ وہ یہ جانتے بھی ہیں۔ کمال یہ ہے کہ جزئی اختلافات کے ہوتے ہوئے ان کو اتحاد کا رنگ دے ویسے مسلمانوں کے درمیان اختلافات ہیں ان کو بھڑکا دیں اس کا فائدہ صرف سامراج کو پہنچ سکتا ہے۔ اس طرح اختلافات سے دوسرے ادیان کو اسلام کے اوپر جارحیت کا موقع ملے گا اگر مسلمان جزئی مسئلہ کو اہمیت دیں گے تو خود اہلسنت والجماعت بھی اختلاف رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف مسالک کے گروہ اس طرح ہیں۔ مالکی، حنبلی، شافعی اور حنفی ایک ہی نقطہ پر جمع ہونے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ اسی طرح سے شیعہ (جعفری) یہ بھی مسلمانوں کا ایک فرقہ ہے۔ یہ فرقہ الگ تھلگ دین نہیں ہے۔

اس وقت امریکہ اور اسرائیل کے خلاف عالم اسلام کا بڑا مسئلہ فلسطین کا ہے۔ امام خمینی نے ان کے مقابلے میں فلسطین جو کہ اکثر سنی فرقہ سے تعلق رکھتا ہے انقلاب سے پہلے اور انقلاب کے بعد بھی عملی طور پر جدوجہد کی ہے۔ آپ یوم القدس کو ایک عام رضاکارانہ اسلامی دن قرار دیتے ہیں اور تمام اسلامی قوموں کو مل کر اس پر توجہ دینے کی ضرورت پر زور دیتے ہیں۔ امام خمینی کی فکر میں مختلف اسلامی فرقوں کو نزدیک لانے کے معنی یہ نہیں ہے کہ ان فرقوں کے درمیان پائے جانے والے عقائد کے اصولی اختلاف کو درمیان سے ہٹا دیا جائے بلکہ ان کے نزدیک مقصد یہ ہونا چاہیے کہ یہ فکری اختلاف عداوت اور دشمنی کا سبب نہ بن سکے اور ان فرقوں کے مابین فاصلے اور ان کے جھگڑے برادری اور باہمی قربت میں بدل جائے اور اسلامی ممالک پر اسلام دشمن عناصر کا یلغار نہ ہو۔

امام خمینی کی نگاہ میں حقیقی اسلام

گزشتہ چند عشروں کے دوران مسلمانوں کے ذہنوں میں پیدا ہونے والے مختلف نقطہ ہائے نظر اور مختلف تعریفوں کی طرف اشارہ ہے بالخصوص ان زاویہ ہائے نگاہ کی نشاندہی ہے جو اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد سیاسی گروہوں نے پیش کیا۔

جہادی اسلام، صحیح اور درست اسلام، متحرک اسلام، ولایت پر مبنی اسلام یہ مختلف طرز تفکر تھے جن کو پیش کرنے والے ہر ایک اپنے لحاظ سے سمجھنے کے بعد اس کی علیحدہ تشریح کرتے تھے، اس کے علاوہ وہ مسلم معاشرتی فکر اور فلسفی مکاتب فکر کی بنیادوں پر پہلے ہی ایک مخصوص نظریہ قائم کر کے کسی نہ کسی طرح ان مکاتب فکر سے اسلام کی تطبیق کرتے تھے۔

عملی اسلام، متحرک اسلام اور غیر طبقاتی اسلام ایسی تعبیریں تھیں جنہیں عام طور پر کچھ گروہ اور جماعتیں مشرقی مارکسزم یا مغربی افکار کی پیروی میں پیش کرتی تھیں۔ اس طرح انہوں نے معاشرے میں مذہب کے خلاف مذہب کا رجحان پیدا کیا تھا۔

امام خمینی نے معاصر تہذیبوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس دور کے کفار پر اثر انداز ہونے کی کوشش کی۔ ''امریکی اسلام'' کے مقابلے میں سچے محمدی اسلام کا نظریہ پیش کیا اور سچے اسلام کی حاکمیت پر زور دیتے ہوئے امریکی اسلام کی خامیوں اور اس نظریے کی حاکمیت کے خلاف بھرپور جدوجہد کی جو آج تک جاری ہے۔ امام خمینی کے بیانات کی روشنی میں سچے محمدی اسلام کی خصوصیات درج ذیل ہیں:

۱۔ یہ اسلام ظلم کا مقابلہ کرتا ہے اور سازش نہیں کرتا۔

۲۔ یہ اسلام کے بنیادی نکات اور روح کی طرف توجہ مرکوز رکھتا ہے۔

۳۔ عقل اور فکر کو اہمیت دیتا ہے۔

۴۔ اس اسلام میں علم وعدالت اور برابری قانون میں موجود ہے۔ (۴۹)

۵۔ سچے اسلام کی قلمرو میں دینی علوم اور سائنسی علوم ترجیح دی جاتی ہے۔

۶۔ علمی اصولوں کے تحت روح اجتہاد اس پر حاکم ہے۔

۷۔ یہ ہمہ گیر پہلوؤں کا حامل ہے اور نظریاتی، سیاسی، عرفانی، اخلاقی، قانونی، معاشرتی اور معاشی تمام پہلوؤں پر توجہ دیتی ہے۔

۸۔ ایسے اسلام کے اندر حکومت اور سیاست دونوں موجود ہیں۔ یعنی اس اسلام کا تعلق سیاسیات کے ساتھ ہے۔ (۵۰)

۹۔ لوگوں کو اسلامی شان وشوکت، اقتدار اعلیٰ اور خودمختاری کی طرف دعوت دیتا اور عوام کے اجتماعی امور اور مسلمانوں کے مفادات کو اہمیت دیتا ہے۔

۱۰۔ اس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی جاتی ہے۔

۱۱۔ اس طرح کا اسلام تسلط پذیر نہیں اور اندرونی و بیرونی ظالموں کے خلاف اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔

۱۲۔ یہ متحرک اسلام ہے اور دنیا کے حالات اور تقاضوں کے مطابق آگے بڑھتا ہے اور کسی صورت اس میں بے بس نہیں ہوتا۔

۱۳۔ اس قسم کا اسلام عالمی سیاسی مسائل سے باخبر ہونے کے علاوہ ان پر نگرانی کرتا ہے۔

۱۴۔ یہ اسلام محروموں کا حامی ہے۔(۵۱)

۱۵۔ نظم وضبط اور اداروں کی پابندی کرتا ہے۔

۱۶۔ مسلمانوں کے درمیان اتحاد و یکجہتی، بھائی چارے اور صلح و آشتی کی راہ میں معاون اور تعصب و تفرقہ سے نفرت کرتا ہے۔

۱۷۔ دشمنوں کے سامنے ڈٹا رہتا ہے اور دوستوں کے ساتھ نرمی سے پیش آتا ہے۔

۱۸۔ یہ رنج و محنت صبر و بردباری، قربانی و ایثار اور فداکاری و شہادت کا مذہب ہے۔

۱۹۔ یہ اسلام ظلم کو ختم کرتا ہے اور خدا کیلئے قیام کرتا ہے۔(۵۲)

امام خمینی کے بیانات کی روشنی میں امریکی اسلام کی خصوصیات حسب ذیل ہیں:

۱۔ ایسے اسلام کے اندر دین اور سیاست کی جدائی موجود ہے۔

۲۔ امریکی اسلام مبلغ کی سیاست میں دخل اندازی کے نہ ہونے کا تصور دیتا ہے۔(۵۳)

۳۔ یہ اسلام علماء کو صرف مسجد میں محصور کرتا ہے تاکہ صرف اور صرف دعاء اور نماز کے پابند ہوں۔

۴۔ امریکی اسلام اسرائیل کی سازش پر خاموش رہتا ہے۔(۵۴)

اسلام حقیقی کے ہی نتیجے میں ایک فرانسیسی مفکر مائیکل فوکال اپنے ناقدین کو اسلام سے خوفزدہ ہونے کے بجائے اس سے مذاکرات کی دعوت دیتا ہے۔اس کے بقول اسلام کے مسائل ہمارے عہد کے مسائل ہیں اور اسلام سے نفرت کم عقلی ہے۔وہ اہل مغرب کو متنبہ کرتے ہوئے (اسلام حقیقی) کو سمجھنے اور سینکڑوں سال پہلے کے اس تصور کو فراموش کر دینے کی تلقین کرتے ہیں کہ "مسلمان مذہبی جنونی ہوتے ہیں۔"

حوالہ جات

(۱) غزالی، ابوحامد، احیاء العلوم، ج ۱، (مترجم: مولانا (۴) ایضاً ص: ۲۱۷ محمد احسن نانوتوی)، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور، س ن، ص: ۳۲

(۲) بزرگی، احمد جہاں، امام خمینی کا سیاسی نظریہ، (مترجم: عبدالستار)، نورالہدیٰ ٹرسٹ، شعبہ ترجمہ و تحقیق، اسلام آباد، ۲۰۱۱ء، ص: ۳۱

(۳) ایضاً، ص: ۲۱۷

(۴) ایضاً، ص: ۳۰

۵) مشمولہ: وحدت اسلامی، دفتر قونصلر اسلامی جمہوریہ ایران، اسلام آباد، شمارہ ۹۶، اپریل، مئی ۱۹۹۳ء، ص:۲۷

(۶) گروہ مصنفین، رفقائے امام خمینی، نہضت امام، (مترجم: افق اجمیری)، نظارۃ المعارف، کراچی، س ن، ص:۶۶

(۷) خمینی، روح اللہ، الحکومۃ الاسلامیہ، کتاب خانہ بزرگ اسلامی، ایران، تہران، خیابان شہید احمد احمدی، بلاک ۲۲۱، ت، ن، ص:۲۲

(۸) خمینی، روح اللہ، وصیت نامہ سیاسی الٰہی امام خمینی، موسسہ تنظیم ونشر آثار امام خمینی، تہران، ۱۳۸۷ش بمطابق ۲۰۰۸ء، ص:۲۰، ۲۱

Religion and Politics from Imam Khumai's viewpoint (Collection of articles) (۹) international affairs department, the institute for competition and publication of Imam Khumaini's works. 2007, Pg:124

(۱۰) کلمات قصار، پندھا وحکمت ھا، امام خمینی موسسہ تنظیم ونشر آثار، امام خمینی، چاپ ہفتم زمستان، ۱۳۷۸ش (موسم سرما ۱۹۹۹ء)، ص:۲۹

(۱۱) خمینی، آیت اللہ روح اللہ امام خمینی، ولایت فقیہ، موسسہ تنظیم ونشر آثار امام خمینی، امور بین الملل، تہران، ص:۱۲۷

(۱۲) خمینی، روح اللہ، وصیت نامہ سیاسی الٰہی امام خمینی، موسسہ تنظیم ونشر آثار امام خمینی، تہران، ۱۳۸۷ش بمطابق ۲۰۰۸ء، ص:۲۱، ۲۲

(۱۳) بزرگی، احمد جہاں، امام خمینی کا سیاسی نظریہ، مترجم: عبدالستار، نور الہدیٰ ٹرسٹ اسلام آباد، ۲۰۱۱ء، ص:۵۳

(۱۴) خمینی، روح اللہ، صحیفہ نور، ج ۴، ص:۲۳۴

(۱۵) بزرگی، احمد جہاں، امام خمینی کا سیاسی نظریہ، ۲۰۱۱ء، ص:۵۸

(۱۶) ایضاً، ص:۱۹۵

(۱۷) خمینی، روح اللہ، الحکومۃ الاسلامیہ، کتاب خانہ بزرگ اسلامی، ایران، تہران، خیابان شہید احمد احمدی، بلاک ۲۲۱، س ن، ص:۴۱، ۴۲

(۱۸) ایضاً، ص:۴۱

۱۹) صحیفہ نور، ج ۴، ص:۱۶۶

(۲۰) خمینی، روح اللہ، وصیت نامہ سیاسی الٰہی امام خمینی، موسسہ تنظیم ونشر آثار امام خمینی، تہران، ۱۳۸۷ش بمطابق ۲۰۰۸ء، ص:۱۷، ۱۸

(۲۱) مشمولہ: وحدت اسلامی، شمارہ ۹۹، جولائی، اگست ۱۹۹۳ء، ص:۳

(۲۲) سورہ سباء آیت:۴۶

(۲۳) خمینی، روح اللہ، جہاد اکبر، موسسہ تنظیم ونشر آثار امام خمینی، تہران، ۱۴۱۱ھ، ص:۵۱

(۲۴) صحیفہ نور، ج ۱۵، ص:۲۱۹

(۲۵) خمینی، روح اللہ، وحدت اسلامی، (مترجم: ثاقب نقوی) موسسہ تنظیم ونشر آثار امام خمینی، تہران، ۱۴۱۳ھ، ص:۵۱

(۲۶) خمینی، روح اللہ، کوثر (خطبات امام خمینی)، ج ۱، موسسہ تنظیم ونشر آثار امام خمینی، بین الاقوامی امور، ۱۹۹۶ء، ص:۳۹۶

(۲۷) خمینی، روح اللہ، وصیت نامہ سیاسی الٰہی امام خمینی، موسسہ تنظیم ونشر آثار امام خمینی، تہران، ۱۳۸۷ش بمطابق ۲۰۰۸ء، ص:۳۳، ۳۴

(۲۸) کلمات قصار، ص:۱۰۵

(۲۹) خمینی، روح اللہ، وحدت اسلامی، موسسہ تنظیم ونشر آثار امام خمینی، بین الاقوامی امور، تہران، رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ، :۱۱۰

(۳۰) ایضاً، ص:۱۰۱

(۳۱) خمینی، روح اللہ، رسالہ نوین ۴۔ مسائل سیاسی وحقوقی، (ترجمہ وتوضیح: عبدالکریم بی آزاد شیرازی)، موسسہ انجام، تہران، ۱۳۶۰ش

(۱۴۰۱ھ) ص:۱۴۶

(۳۲) صحیفہ نور، ج۱۲،ص:۲۵۹

(۳۳) بیون شہرامی، ''اسلامی مکاتب فکر کے درمیان اتحاد کی ضرورت''، امام خمینی اور احیائے فکر دینی (مجموعہ ہائے مقالہ) امام خمینی اور احیائے فکر دینی، ج۳، موسہ تنظیم ونشر آثار امام خمینی، بین الاقوامی امور، طبع دوم، ص: ۲۹۵

(۳۴) صحیفہ نور، ج۱۹، ص:۱۴

(۳۵) ایضاً، ص:۱۳، ۱۴

(۳۶) ایضاً، ج۵، ص:۲۲

(۳۷) ایضاً

(۳۸) فلسطین امام خمینی کی نظر میں، ص:۲۲۵

(۳۹) خمینی، روح اللہ، القضیۃ الفلسطینیہ، موسسہ تنظیم ونشر الاثار الامام خمینی، قسم الشؤہ دولیہ، (طبعۃ الرابع)، ۱۴۲۶ق، ص:۲۴۲

(۴۰) ایضاً

(۴۱) ایضاً، ص:۲۴۳

(۴۲) کوثر، ج۱، خطبات امام خمینی، ص:۳۷۵

(۴۳) ایضاً، ص:۲۸۶

(۴۴) بیون شہرامی، ''اسلامی مکاتب فکر کے درمیان اتحاد کی ضرورت''، امام خمینی اور احیائے فکر دینی (مجموعہ ہائے مقالہ)، ج۳، موسہ تنظیم ونشر آثار امام خمینی، بین الاقوامی امور، طبع دوم، ص:۲۹۳

(۴۵) کلمات قصار، پندھا و حکمت ھا، امام خمینی موسسہ تنظیم ونشر آثار، ص:۱۴۷

(۴۶) خمینی، روح اللہ، القضیۃ الفلسطینیہ، ص:۱۷۷

(۴۷) خمینی، روح اللہ، القضیۃ الفلسطینیہ، ص:۱۸۵

(۴۸) خمینی، روح اللہ، وحدت اسلامی، موسسہ تنظیم ونشر آثار امور بین الملل ۱۴۱۳ھ، ص:۱۱۵

(۴۹) خمینی، روح اللہ، اسلام ناب در کلام و پیام امام خمینی، موسسہ تنظیم ونشر آثار امور بین الملل، ۱۳۷۴ش، بمطابق ۱۹۹۵، ص:۱۲۰

(۵۰) ایضاً، ص:۴۸

(۵۱) ایضاً، ص:۲۹۸

(۵۲) ایضاً، ص:۱۵۲

(۵۳) ایضاً، ص:۲۵۳

(۵۴) ایضاً، ص:۲۸۳